

۳- ریاست مہاراشٹر میں فقہ شافعی کے ادارے اور افتاء کے مراکز:

۱- جامعہ حسینیہ عربیہ شری وردھن:

علاقہ کوکن کا یہ عظیم دینی ادارہ سن ۱۹۶۴ء میں قائم ہوا جس کی بنیاد حضرت حاجی عبدالرحیم بروڈ صاحب نے رکھی، اور جو آج شوافع کوکن کے لئے ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے، یہاں شعبہ تدریس افتاء و قضاء بھی قائم ہے، سن ۱۹۹۲ء میں دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا، اور سن ۲۰۰۳ء میں شعبہ دارالقضاء کا قیام عمل میں آیا۔ جامعہ حسینیہ عربیہ کے زیر سرپرستی کوکن کے مختلف علاقوں میں دینی مکاتب و مدارس کھولے گئے، اور ان سب کے درمیان باہمی روابط بنانے کے لئے اور مرکز سے جڑے رہنے کے لئے ”وفاق المدارس خطہ کوکن“ کے نام سے سن ۱۹۹۹ء میں ایک وفاق کا قیام عمل میں لایا گیا، اور اس وفاق سے تقریباً ۲۵ مدارس مربوط و منسلک ہیں۔

۲- قوت الاسلام عربی کالج ممبئی:

اس ادارہ کی بنیاد سن ۱۹۴۲ء میں رکھی گئی، اور اب یہ ادارہ دارالہدی اسلامک یونیورسٹی مالاپورم کی ایک شاخ کے طور پر چل رہا ہے۔

۳- دارالافتاء جامع مسجد ممبئی:

یہ دارالافتاء بھی جامعہ حسینیہ عربیہ شری وردھن کے زیر سرپرستی چل رہا ہے، اور اس کا قیام ۲۰۰۷ء میں عمل میں آیا۔

۴- دارالعلوم الاسلامیہ تلوجہ:

یہ ادارہ ممبئی سے قریب تلوجہ نامی بستی میں واقع ہے، یہاں دورہ حدیث تک تعلیم ہوتی ہے، اور یہاں بھی ۲۰۰۷ء میں دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا۔

ریاست تامل ناڈو اور دوسری ریاستوں کے فقہ شافعی کے اداروں کی تفصیلات ہمیں نہیں مل سکی لہذا اس کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔

مراجع و ماخذ:

- ۱- تاریخ فرشتہ۔
- ۲- عہد وسطی کے مسلمان۔
- ۳- نزہۃ الخواطر: علامہ عبدالحی حسنی۔
- ۴- علماء الشافعیہ فی الہند: عبدالنصیر احمد مالاباری۔
- ۵- توالی التاسیس بمعالی ابن ادیس: حافظ ابن حجر۔
- ۶- الامام الشافعی - فقیہ السنۃ الاکبر: عبدالحی الدقر۔
- ۷- الشافعی، حیاتیہ وعصرہ - آراءہ وفقہہ: محمد ابو زہرہ۔

فقہ شافعی میں علمائے ہند کی خدمات

مولانا عمر بن یوسف فلاہی کوکئی ☆

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله واصحابه وعلى كل من تبعهم باحسان إلى يوم الدين۔ أما بعد۔

ہماری اس سرزمین ہند میں امام اعظمؒ کے اجتہادات پر عمل کرنے والوں کی اکثریت ہر زمانہ میں رہی ہے، البتہ بعض علاقے خصوصاً بحر عرب کے ساحلی علاقے کے باشندے حضرت امام محمد بن ادریس شافعیؒ کے مقلد ہیں، مثلاً صوبہ مہاراشٹر کا ”علاقہ کوکن“ ضلع اورنگ آباد، نانڈیڑ اور اکولہ کے بعض مقامات، گوا، صوبہ کرناٹک میں شہر بھٹکل اور اس کے مضافات، صوبہ کیرالا، صوبہ تامل ناڈو میں مدراس (چنئی) کے مضافات، حیدرآباد میں صلالہ و بارکس وغیرہا میں اکثریت ”فقہ شافعی“ کے نقطہ نظر سے عمل کرنے والوں کی ہیں۔

ان محدود اوراق میں سب سے پہلے خطہ کوکن میں ”فقہ شافعی“ کے نقطہ نظر سے قدیم و جدید علمائے کرام کی گراں قدر خدمات و مساعی جلیلہ کو تفصیل و اجمال دونوں طریقے پر پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

(۱) شافعی تعلیم الدین:

یہ کتاب بنیادی عقائد اور عبادات کے اہم ابواب پر مشتمل ہے، جو تین حصوں میں منقسم ہے: پہلا اور دوسرا حصہ سوال و جواب کے انداز میں اور تیسرے حصہ میں ہر باب میں نہایت ہی سلیس ☆ جامعہ حسینیہ عربیہ، شریوردھن، رائیگڈھ، کوکن مہاراشٹر۔

اور سادہ انداز میں مسائل لکھے گئے ہیں اور آخر میں ”سوالات“ کے عنوان سے پُختگی کے لئے چند سوالات قائم کئے گئے ہیں۔

مؤلف کتاب:

حضرت مولانا سید عبدالمعظم صاحب نظیر دامت برکاتہم آپ خطہ کوکن کے صاحب علم و عمل، خدا ترس، تصنیف و تالیف کا عمدہ ذوق رکھنے والے عالم ربانی ہیں۔ آپ سرزمین مہاراشٹر کی مشہور و معروف دینی درس گاہ ازہر کوکن ”جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن“ میں اپنی مقبول تدریسی خدمات کے ساتھ صدر المدرسین اور معتمد تعلیمات کے منصب پر ۱۹۶۸ء تا ۱۹۷۴ء پھر ۱۹۸۸ تا ۱۹۹۱ء تقریباً ۹ سال فائز رہے، فی الحال چند سال سے U.K. میں دعوتی و اصلاحی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ کی تصنیفات بھی عوام و خواص میں درجہ قبول حاصل کر چکی ہیں۔

(۲) تحفۃ الباری فی الفقہ الشافعی:

یہ کتاب فقہ کی ابتدائی تمہیدی گفتگو کے ساتھ از اول تا آخر تمام ابواب فقہیہ پر محیط ہے، تقریباً ایک ہزار صفحات کے ضخیم مجموعہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصہ میں ارکان اسلام و ابتدائی بنیادی عقائد کے ساتھ عبادات کے جملہ مسائل بالترتیب و التفصیل جمع کئے گئے ہیں اور آخر میں جدید مسائل سے متعلق ضمیمہ ملحق ہے، دوسرے حصہ میں بیوع سے متعلق تمام ابواب کا تفصیلی بیان اور بعض متفرق جدید مسائل، تیسرے حصہ میں تمام ابواب نکاح، جنایات، اضحیہ، عقیقہ، دعوی و قضاء اور مسائل فرائض کا تفصیلی بیان ہے۔

اکثر و بیشتر ہر باب کی ابتداء میں لغوی و اصطلاحی تعریف کے ساتھ اولئہ اربعہ شرعیہ (قرآن، حدیث، اجماع، قیاس) کی روشنی میں اس عنوان کی شرعی حیثیت کو واضح کیا گیا ہے، پھر بیان مسائل میں زبان نہایت ہی شستہ و سلیس اور عام فہم استعمال کی گئی ہے تاکہ ہر پڑھنے والے کے لئے ذاتی مطالعہ ہی سے اکثر حصہ سمجھ کر عمل کرنا آسان ہو۔ موقع بہ موقع مسائل دلائل کے ذریعہ مدلل اور

باب سے متعلق جزئیات و فروعات کا کافی حد تک احاطہ کرنے کے ساتھ احکام کی حکمتوں و مصلحتوں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، غرضیکہ ”فقہ شافعی“ میں جامع مفصل و مستند مسائل کا ”موسوعہ“ ہے اور بندہ کی ناقص جستجو کے مطابق ”فقہ شافعی“ میں تمام ابواب پر محیط مستند و مدلل مسائل کا مجموعہ بہ زبان اردو اس سے پہلے سرزمین ہند میں امت کے نظر نواز نہ ہو سکا، پہلی بار ایسے جامع ترین ”موسوعہ“ سے خواص و عوام یکساں فیض یاب ہوئے ہیں۔

مؤلف کتاب:

جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن کی مسند شجیت حدیث پر فائز ذی وقار شخصیت صاحب ورع و تقویٰ، عالم باعمل، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب خطیب متعنا اللہ بعلمہ ہیں۔

(۳) معرفۃ الارکان:

یہ کتاب بنیادی عقائد کے ساتھ عبادات ہی کے اہم ابواب پر حاوی ہے، جس میں بہ انداز سوال و جواب سلیس و شستہ زبان کے ساتھ عام فہم تعبیرات کا لحاظ کیا گیا ہے۔ ابتدائی درجات کے طلبہ اور مسائل سے ناواقف حضرات کی تعلیم دین کے لئے نہایت سودمند ہے، اس کتاب کے بارے میں مہتمم جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن حضرت مولانا امان اللہ صاحب بروڈ فرماتے ہیں: ”مولانا کی موجودہ کتاب ”معرفۃ الارکان“ نہایت شستہ و شگفتہ بیان میں لکھی گئی ہے، کہیں الجھاؤ و نقص نہیں معلوم ہوتا، اسلام کے ارکان خمسہ سے متعلق ضروری مسائل کو انتہائی سلیس انداز میں پیش کیا ہے، طلبہ مدارس کے علاوہ عمومی اعتبار سے بھی مفید ہے، تقریباً ۱۰۶ صفحات پر مشتمل یہ کتاب پہلی بار ۱۴۰۸ء ۱۹۸۸ء میں منظر عام پر آئی۔

(۴) طہارت نسواں:

یہ کتاب محض عورتوں کے بنیادی مسائل کا قیمتی و مختصر مجموعہ ہے، اسلوب تحریر سادہ اور سہل ہونے کی وجہ سے عورتوں کے لئے اپنے ذاتی مطالعہ کے ذریعہ سمجھنا بھی آسان ہے۔ پہلی بار یہ کتاب

۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی۔

(۵) منیۃ الطالب و منیۃ المالك:

فقہ شافعی کی ایک مستند کتاب ”عمدة السالك و عمدة الناسك“ جامعیت اور اسلوب بیان کی عمدگی کی وجہ سے فقہ شافعی کے نقطہ نظر کے حامل اکثر دینی مدارس اسلامیہ میں داخل نصاب ہے، اسی کتاب کی یہ اردو شرح ہے، جس میں ترجمہ کے ساتھ مختصر تشریح کی روشنی میں حل عبارت کی کامیاب کوشش کی گئی ہے، اس کو ۴ جلدوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی بار یہ کتاب ۱۴۲۷ھ ۲۰۰۶ء میں منظر عام پر آئی۔

مؤلف کتاب:

جامعہ حسینیہ کے فاضل محترم ”مولانا مفتی نور محمد بن یوسف پٹیل ربہ مجده“ ہیں، پٹیول شہر میں خدمت امامت و خطابت سے امت کو فیضیاب کر رہے ہیں۔

(۶) تحفة الطالب:

یہ کتاب نصابی نقطہ نظر سے لکھی گئی ہے، جس میں بنیادی اسلامی عقائد کے ساتھ عبادات کے مسائل مختصر و جامع انداز میں جمع کئے گئے ہیں، ہر سبق کے آخر میں پختگی کے لئے سوالات بھی قائم کئے گئے ہیں، مزید چہل حدیث، مختصر آداب زندگی اور مسنون دعاؤں کو بھی لاحق کیا گیا ہے، ابتدائی درجات کے طلبہ اور مسائل سے ناواقف حضرات کے براہ راست استفادہ کے لئے نہایت نفع بخش ہے، مؤلف موصوف نے تقریباً دو سو صفحات کو تین حصوں میں مرتب کیا ہے۔

مؤلف کتاب:

جامعہ حسینیہ کے فاضل محترم ”حضرت مولانا داؤد بن عمر مروڈ کر صاحب حفظہ اللہ“ ہیں، مدرسہ اشرفیہ لور تو زیل مہاڈ، رائے گڈھ کی ذمہ داری اہتمام کے ساتھ اپنے اصلاحی و تربیتی بیانات سے امت کو مستفیض کرتے رہتے ہیں۔

(۷) شافعی فقہ:

یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلے حصہ میں عبادات کے اہم مسائل کو جمع کیا گیا ہے، ابتداء میں عقائد و ایمانیات کے ساتھ چند فقہی اصطلاحات بھی شامل کی گئی ہیں، دوسرے حصہ میں نکاح، معاملات اور ذبیحہ کے ساتھ بعض جدید مسائل بھی لاحق کئے گئے ہیں، یہ کتاب نصابی نقطہ نظر سے مرتب کی گئی ہے، اسی لئے بعض دینی مدارس و مکاتب میں داخل نصاب ہے، نیز ناواقف حضرات کے استفادہ کے لئے بھی بہت مفید ہے، افادیت کی بنا پر دوسری بعض زبانوں مثلاً کنڑ اور ملیالم میں بھی اس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

مؤلف کتاب:

سرزمین ہند کی مشہور دینی درس گاہ جامعہ اسلامیہ بھنگل کے سابق استاذ حدیث وفقہ ”حضرت مولانا ایوب صاحب ندوی دامت برکاتہم“ ہیں۔ آپ کا بھنگل ہی کی زرخیز زمین سے تعلق ہے۔ جامعہ اسلامیہ کو طویل عرصہ تک اپنی گراں قدر خدمات سے منور کیا، نیز ملک کے مختلف مقامات پر آپ کے اصلاحی و تربیتی ملفوظات و رہبری کو قبول عام و خواص حاصل ہے۔

صوبہ مہاراشٹر کے خطہ کوکن میں قدیم و جدید علمائے شوافع کی عرق ریزی و ژرف نگاہی کے نتیجے میں جو کتابیں منظر عام پر آئیں، ان میں سے چند موجودہ و متداول و مشہور کتابوں کا مع مؤلفین کچھ بسط و تفصیل کے ساتھ تذکرہ قلم بند کیا گیا، اس کے علاوہ کچھ ایسی کتابیں ہیں، جو منظر عام پر آچکی ہیں من جملہ ان کے بعض دستیاب ہیں اور بعض نایاب۔

جن کتابوں تک بندہ ناچیز کی رسائی ہو سکی طوالت کے خوف سے اب ان کا صرف کتاب کا

نام مع مؤلف سرسری تذکرہ کیا جاتا ہے۔

نمبر شمار	اسمائے کتب	اسمائے مؤلفین
۱	خیر المستاع فی احکام الزکاح	شیخ الحدیث مولانا محمد ابراہیم صاحب

۲	الحج والعمرة اور رسالہ احکام قربانی	شیخ الحدیث مولانا محمد ابراہیم صاحب
۳	آسان شافعی فقہ (۴ حصہ)	مفتی محمد نور یوسف ٹیل
۴	قربانی کے شافعی مسائل	// //
۵	رمضان کے شافعی مسائل	// //
۶	وضوء اور غسل کے شافعی مسائل	// //
۷	زکوٰۃ کے شافعی مسائل	// //
۸	نماز کے شافعی مسائل	// //
۹	عورتوں کے شافعی مسائل	// //
۱۰	تحفۃ الحاج	مولانا داود عمر مروڑ کر
۱۱	رسالہ احکام میت	مفتی رفیق پور کر
۱۲	ترجمہ کتاب الام باب الحيض تک	مولانا عصمت بویرے
۱۳	شافعی ہشتی زیور	// //

وہ کتابیں جو ”کتب خانہ جامع مسجد ممبئی“ میں محفوظ ہیں، لیکن عامۃً دستیاب نہیں

۱۴	سرتاج ترجمہ تحفۃ المحتاج (۱ جلد)	مولوی غلام احمد تلیائی
۱۵	احکام دینیہ	قاضی شہاب الدین مہری
۱۶	ارکان الصلاة	ابراہیم وزیر میاں رومانی
۱۷	تحفۃ ابراہیم خانہ	مولوی اسماعیل کوکنی
۱۸	تحفۃ احمدیہ	// //

۱۹	تحفہ اہل حق	//	//
۲۰	فرائض قادریہ	//	//
۲۱	انوار الاسلام	//	//
۲۲	جواہر المصنوعہ فی فقہ شافعیہ	حاجی محمد علی حافظ	
۲۳	تحفۃ الزوجین	مولانا محمد اسحاق	
۲۴	تحفۃ الاخوان	محمد ابراہیم باعکظہ	
۲۵	تحفۃ الاخیار	محمد اسماعیل مہمطو لے	
۲۶	شافعی مذہب کا رسالہ (تین حصے)	مولوی عبدالستار خاں	
۲۷	دفع البہتان	مولوی محمد یونس حافظ	
۲۸	رمضان کی نماز و ترکار سالہ	قاضی محمد یوسف مرگے	
۲۹	ارکان اسلام	ابراہیم دلوی	
۳۰	شہابیہ	قاضی شہاب الدین مہری	
۳۱	مصباح الہدایۃ	//	//
۳۲	فقہ مخدومی	شیخ مخدوم علی مہائمی	
۳۳	معلم الاسلام	حاجی میاں تاتلی	
۳۴	وضاحت الاسلام	عبدالحمید خطیب	

اس کے علاوہ بعض کتب وہ ہیں جو قدیم اسلوب پر فقہ شافعی میں لکھی گئی ہیں، لیکن جامع مسجد ممبئی کے گراں قدر کتب خانہ کے شعبہ مخطوطات میں تحقیق و طباعت کی دنیا میں آنے کی منتظر ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں۔

منظومات:

(۱) شرح بالفصل	
مصنف	ملا عبد اللہ واعظی تلوجکر محمد حسین اونونکر
سن تصنیف: نامعلوم	صفحات: ۳۱۱
سطریں: ۱۳	خط نسخ سائز: ۸x۷

اس کتاب کا موضوع ”فقہ شافعی“ ہے۔ بحث ”طہارت“ سے شروع ہوتی ہے اور ”حج“ پر جا کر ختم ہوتی ہے، اس کتاب میں متن و شرح ساتھ ساتھ چلتے ہیں، دونوں میں فرق کرنے کی غرض سے عربی متن کے الفاظ پر سرخ روشنائی سے خط کھینچے گئے ہیں، زبان قدیم دکنی ہے۔

(۲) مختصر شہابیہ فی المسائل الفقہیہ	
مصنف:	قاضی شہاب الدین مہری
سن تصنیف: نہ دارد	صفحات: ۳۰۰
سطریں: ۱۳	خط نسخ سائز: ۸x۶

(۳)		فقہ حسینی	
مصنف:		قاضی غلام حسین مہری	
سن تصنیف ۱۲۴۳ھ		مطابق ۱۸۲۷ء	
صفحات: ۴۴۰	سطریں: ۱۳	خط نستعلیق	سائز: ۹x۶

(۴)	ترجمہ کفایت الاسلام		
	مصنف و سن تصنیف:	نامعلوم	
صفحات: ۱۳۴	سطریں: ۱۱	خط نسخ	سائز: ۸x۶

(۵)	مجموع المسائل		
	مصنف:	رحمت	
	سن تصنیف:	تقریباً ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۸۳۴ء	
صفحات: ۳۹۵	سطریں: ۱۲	خط نستعلیق	سائز: ۹x۷

(۶)	نور الاسلام		
	مصنف:	غلام احمد روگھے	
	سن تصنیف:	تقریباً ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء	
صفحات: ۳۹۵	سطریں: ۱۱	خط نستعلیق	سائز: ۸x۵

(جملہ مخطوطات کی تفصیل کے لئے دیکھئے: کتب خانہ جامع مسجد ممبئی کے اردو مخطوطات: ۵۰۳۳۰-۵۰۳۳۱- از: ڈاکٹر حامد اللہ ندوی)

فقہ شافعی کی ترویج میں ندوہ کا کردار

مولانا عبدالسلام خطیب بھٹکی ندوی ☆

فقہ شافعی اور ندوۃ العلماء:

حضرت مولانا علی میاںؒ کے دور میں تھائی لینڈ، ملیشیا، انڈونیشیا اور بعض دوسرے ممالک سے طلبہ تعلیم حاصل کرنے کے لئے ندوہ کثرت سے آنے لگے۔ اس کا سلسلہ آج بھی جاری و ساری ہے، اسی طرح بھٹکل، کیرالہ، کوکن و مدراس کے بھی طلبہ کی آمد کا سلسلہ ندوہ میں شروع سے رہا، بھٹکل سے تو بڑے منظم و مرتب انداز میں طلبہ آتے رہے اور الحمد للہ روز افزوں ترقی پر ہے۔ تو مولانا علی میاںؒ صاحب نے ان طلبہ کی فقہ کی تعلیم کے لئے ندوہ کے عام نظام کے اندر ہی فقہ حنفی کے بجائے فقہ شافعی کو پڑھانے کا انتظام کیا تاکہ یہ طلبہ واپس جا کر اپنے معاشرے کے لیے نامانوس نہ رہیں اور معاشرے کی صحیح رہنمائی کا فریضہ انجام دے سکیں، اس کے لئے حضرت مولانا علی میاںؒ صاحب فقہ شافعی کے علماء و مدارس کے فقہ شافعی کے نصاب کو دیکھتے ہوئے ندوہ میں پڑھنے والے شافعی طلبہ کے لئے فقہ شافعی کی اہم درسی کتابوں کو نصاب میں داخل کیا اور فقہ شافعی سے تعلق رکھنے والے اساتذہ کی ایک اچھی تعداد کو ندوہ میں استاذ مقرر کیا، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ایک شافعی ندوی عالم کو شام کے ایک ممتاز فقیہ کے پاس فقہ شافعی کے اختصاص کے لئے بھیجا، اسی طرح ندوہ سے متعلق مدارس میں ان مدارس کو جو شوافع کے علاقے میں قائم ہیں ان کو پوری آزادی دی کہ فقہ کے تعلق سے وہ اپنے علاقے کے نظام و مسلک سے وابستہ رہیں۔ ندوہ کے بہت سے شافعی فارغین نے اپنی تصنیفات کے ذریعہ

☆ استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔

سے بھی فقہ شافعی کی خدمت کی، جن کی بھٹکل، کیرالہ اور دوسرے علاقوں میں ایک خاصی تعداد ہے۔ ابھی چند ماہ پیشتر راقم کو تھائی لینڈ کے سفر میں وہاں جو ندوی فضلاء کی ایک بڑی تعداد اور ان کا عوام علاقے کے اہم مدارس و مراکز سے جڑے رہنے کو دیکھنے کا موقع ملا تو اندازہ ہوا کہ ندوہ میں فقہ شافعی کے پڑھنے کی برکات کا اس میں بڑا دخل ہے کہ عوام کے مانوس مسلک سے ہٹ کر انہوں نے فتویٰ نہیں دیا اور عوام سے دور نہ رہے۔

اسی طرح بھٹکل اور اطراف کے علاقہ کا ندوہ سے جڑے رہنے کی وجہ سے اس میں بھی ندوہ کی بہت سی خوبیوں کے ساتھ اس کے فقہی مزاج کے اعتدال و توسیع اور باقاعدہ عملی طور پر شوافع کے لئے فقہ شافعی کی عملی تعلیم کے انتظام کرنے کا بڑا دخل معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ ندوہ سے ملحق بعض مدارس میں بھی چند شافعی طلبہ اگر پہنچ جاتے ہیں تو ان کو بھی فقہ شافعی پڑھانے کا یہ حضرات اہتمام کرتے ہیں جس کی بہترین مثال خود حضرت مولانا کے وطن میں قائم مدرسہ ضیاء العلوم ہے کہ وہاں دو شافعی ممتاز علماء تدریس کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور جامعہ اسلامیہ بھٹکل، مدرسہ ضیاء العلوم کنڈلور اور بعض دوسرے ندوی شافعی فضلاء کے قائم کردہ اداروں میں علمائے شوافع اور فقہ شافعی پر جو بھی کام ہوگا اس میں ندوہ کی سرپرستی اور اس کے فقہی اعتدال و توسع کا ضرور اثر پایا جائے گا۔ اس وقت ندوہ کے ناظم حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی دامت برکاتہم جو اپنے استاد و مرشد و پیش رو حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی ہی کے صفات کے حامل اور انہی کے پر داختہ و پروردہ ہیں۔ ان میں بھی اسی طرح کا اعتدال و جامعیت و فقاہت و دانشمندی اور امت کی رہنمائی و رہبری کے صفات پائے جاتے ہیں، ان کے دور میں تو حدیث میں اختصاص کرنے والے شافعی طلبہ کے لئے باقاعدہ سنن بیہقی کے بعض ابواب بھی داخل نصاب کئے گئے ہیں، اور اس سے شافعی طلبہ کے اپنے مسلک کے دلائل و ترجیحات کے معلوم کرنے کے سلسلے میں بڑا فائدہ ہو رہا ہے۔ اسی طرح ندوہ کے دارالافتاء سے بھی فقہ شافعی کے تعلق سے سوالات پوچھے جاتے ہیں تو ان کو بھی اس کے اعتبار سے جواب دیا جاتا ہے۔ ندوہ کی مختلف لائبریریوں میں فقہ شافعی پر کتا میں موجود ہیں اور فقہ شافعی کے اکثر مراجع و مصادر ندوہ کی

مشہور لائبریری میں موجود ہے۔ اسی طرح دارالمصنفین میں مقیم ندوی فضلاء نے بھی امام شافعی اور فقہائے شافعیہ کے حالات و سیرت پر بعض کتابیں لکھیں۔ اسی طرح جامعہ اسلامیہ بھٹکل کی تاسیس پر پچاس سال گزرنے پر جو علمی و دعوتی پروگرام منعقد ہوئے اس میں بھی بہت سے ندوی فضلاء نے قدیم فقہائے شافعیہ کی سیرت پر مختصر اور جامع کتابیں لکھیں۔

حیدرآباد کے علماء شوافع کی علمی خدمات

مفتی عمر بن ابوبکر بن عبدالرحمن الملا حی ☆

۱۔ الشیخ حبیب عبداللہ بن احمد المدتج الحضرئی (۱۳۱۱ھ - ۱۴۰۸ھ):

الشیخ حبیب عبداللہ المدتج ان محقق علماء کرام کے روح رواں ہیں جو برصغیر ہند و پاک کے علاوہ عرب ممالک کے علمی حلقوں میں بھی ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ علم فقہ وحدیث اور اصول فقہ وحدیث آپ کا خاص موضوع رہا ہے، جس سے متعلق متعدد وقیع کتابیں اب تک منظر عام پر آ کر خراج تحسین وصول کر چکی ہیں۔

تعلیمی سفر: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرموت کے مقام "زیدۃ العلیب" سے جو مسقط کے باڈر پر واقع ہے حیدرآباد کا اپنی عنفوان شباب کے دور میں سفر کیا اور یہاں پہنچ کر شہر حیدرآباد کی عالمی شہرت یافتہ درس گاہ جامعہ نظامیہ میں عباقر علماء کرام واساتذہ فن سے فیض یاب ہونے اور علم و فن کے گل بوٹوں سے دامن مراد بھرنے کا موقع ملا، چنانچہ آپ نے اس دانش گاہ سے پورا پورا استفادہ کیا اور وقت کے تقاضوں کے مطابق علم و فن کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر عالمیت و فضیلت اور خصوصاً تخصص فی الفقہ الشافعی کی سند حاصل کی۔ اس طرح آپ نے اپنے علمی ذوق کی تسکین کیلئے ملک و بیرونی ملک کی دانش گاہوں سے اکتساب فیض کیا اور ہر جگہ ممتاز رہے۔

علمی و تحقیقی خدمات: تکمیل تعلیم کے بعد یہیں حیدرآباد میں مقیم ہو کر آپ نے اپنی تبحر علمی سے بہت سارے ان محظوظوں پر تحقیق، تعلیق، ضبط اور تصحیح کے کارنامے اس وقت بطور خاص انجام دئے

☆ خطیب جامع مسجد گلگٹھی۔

جب آپ دائرۃ المعارف میں بحیثیت صحیح مقرر کئے گئے۔

تحقیقی خدمات: آپ کی تصحیح و تعلیق شدہ کتب کی فہرست درج ذیل ملاحظہ فرمائیں!

۱- شرح تراجم ابواب صحیح البخاری، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ۔

تیسری طباعت کی نشر و اشاعت ۱۳۶۸ھ ۱۹۴۹ء میں ہوئی جس پر علامہ حبیب عبد اللہ المدنیؒ الحضرمی اور محمد طندوی نے تصحیح کی۔ آپ کی یہ خدمت ہی آپ کے بھر عالم دین ہونے پر دلیل ہے، کیونکہ امام بخاریؒ کے ابواب کی تصحیح ہر کس و ناکس کی بات نہیں۔

۲- الآمالی، للامام محمد بن حسن شیبانی صاحب امام ابو حنیفہؒ اس کی تصحیح آپؒ کے ساتھ سید ہاشم ندوی اور شیخ عبدالرحمن بن یحیی الیہامانی الشافعیؒ (جن کا ذکر آگے آ رہا ہے) نے ملکر کی۔

۳- الاربعین فی اصول الدین، اس کی تصحیح کے امور بھی آپ نے دیگر علماء کی وساطت سے طے کئے۔

۴- انباء الغر باباء العر، لابن حجر العسقلانی الشافعیؒ (۸۰۳ھ ۱۳۴۹ء) یہ کتاب پانچ ۵ ضخیم مجلدات پر محیط ہے جس کی تصحیح آپؒ موصوفؒ نے اپنے دائرۃ المعارف کے رفقاء کے ساتھ مل کر کی۔

۵- جوامع اصلاح المنطق، لابی یوسف یعقوب بن السکت، اس کتاب کی تصحیح آپؒ نے علامہ عبدالرحمن بن یحیی المعلمیؒ کے ساتھ مل کر انجام دی اور یہ تحقیق خود آپؒ دونوں بزرگان کے علم منطق میں ید طولی اور کثرت اطلاع رکھنے پر دلالت کرتی ہے۔

۶- الاشباہ والنظائر للامام جلال الدین سیوطی الشافعیؒ، یہ عظیم الشان کتاب علم قواعد فقہ میں چار ۴ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

۷- المعتمر فی الحکمة الہیۃ اللہ ملا، لارسطو یہ طویل القدر و عالی مقام کتاب فلسفہ میں ہے، جس کے مختلف مخطوطات کا تقابلی مطالعہ بھی ایک قابل قدر و شوارکن مرحلہ تھا جس کی بناء پر چند ایک علماء نے مل کر اس کی تصحیح کی، اور مراجعت علامہ مناظر احسن گیلانیؒ سے جو اس وقت جامعہ عثمانیہ میں علوم شرعیہ کے رئیس تھے اور یہ کتاب منطق، طبیعیات اور الالہیات پر ۱۱۱۲ (م)، ۳۹۳ (ط)، ۴۶۳ (ع)،

۲۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

۸۔ رسالۃ فی الایعاد والاجرام للامام ابی الحسن کوشیارؒ، اس رسالہ میں زمینی کشادگی، چاند سے اس کی دوری وغیرہ جیسے باریک و دقیق امور پر بحث کی گئی۔

۹۔ تنقیح المناظر (فی علم المناظر) یہ کتاب علم صو، و مناظر یعنی وہ آلات جن سے کسی بھی چیز کے چھوٹے بڑے ہونے کو جانا جاتا ہے سے متعلق ہے، اس کتاب کا شمار نو اور زمان میں ہوتا ہے، علامہ موصوفؒ نے اس کتاب میں بعض اختلافی مقامات پر اشکال و رسوم کی زیادتی کی۔

۱۰۔ کتاب میزان الحکمة لسید عبدالرحمن الخازمی (م ۵۰۱ھ) یہ کتاب اصول طبعیات جیسے "جاذبیت ارض اور اس کے ثقل و وزن کا مرکز" جیسے امور دقیقہ پر مشتمل ہے۔

ان مذکورہ بالا چند تصحیح، تحقیق و تعلیق شدہ کتب کے تذکرہ پر اکتفاء کیا گیا جس کی نشر و اشاعت اور طباعت نے علامہ موصوفؒ کی جانب سے تصحیح، تحقیق اور تعلیق کے باب میں ایک نمایاں رول ادا کیا (جزاہ اللہ احسن الجزاء) نیز آپ کو انہی علمی و تحقیقی کارناموں کی بدولت شہادۃ الشرف فی اللغة العربیہ Certificate of Honour in Arabic کے جائزہ و انعام کی شکل میں ۱۹۴۶ء میں نوازا گیا۔

وفات: ۴ نومبر ۱۹۸۶ء میں اس دنیا فانی سے دارِ باقی کی جانب رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

۲۔ شیخ علامہ عبدالرحمن بن یحییٰ المعلمی الیمانی الشافعیؒ (المتوفی ۱۳۸۶ھ ۱۹۶۶ء):

شیخ علامہ عبدالرحمن المعلمیؒ نادر زمان، نابغہ روزگار، استاذ الاساتذہ، ناقد، باحث، محقق و تحریر کی شگفتگی اور فی لیاقت کے اعتبار سے اپنے موضوع پر مستند عالم دین سمجھے جاتے ہیں۔

شیخ علامہ عبدالرحمن المعلمیؒ کا تعلق ملک یمن سے ہے، ۱۳۱۳ھ کو آپ نے اس جہان رنگ و بو میں آنکھیں کھولیں اور وہیں علوم و فنون حاصل کئے پھر آپ نے حیدرآباد کی طرف ہجرت کی، اور وفات تک یہیں رہے، نکاح بھی یہیں کیا۔

علمی مہارت: آپ کو علم انساب و رجال اور دیگر علوم و فنون میں پید طولی حاصل تھا۔ آپ

شافعی تھے اور فقہ شافعی سے خصوصی دلچسپی و تعلق تھا، آپ بڑے عالی مقام محقق بھی تھے چنانچہ آپ کے علمی و تحقیقی سرمایہ منظر عام پر آچکے ہیں جن میں بعض کا تذکرہ علامہ حبیب عبد اللہ المدنیؒ کے ساتھ آچکا، اس لئے ان کے علاوہ کتب پر تبصرہ کرنا چاہوں گا جس میں علامہ حبیب عبد اللہ المدنیؒ بھی شریک تحقیق و تعلق رہ چکے ہیں۔

۱- کتاب اعراب ثلاثین سورة من القرآن الکریم، لابن خالویه، علامہ موصوفؒ عبد الرحمن المعلمی نے اس کتاب کی کمی کو پورا کیا، کہیں نقص یا تحریف ہو چکی تھی اسکو دور کیا۔

۲- کتاب الاعتبار، لابن بکر محمد بن موسیٰ بن حازم الحمصانی (م ۵۷۴ھ) علامہ موصوفؒ نے اپنے رفقاء کے ساتھ ۲۴۷ صفحات پر اس کتاب کی تصحیح فرمائی۔

۳- شیخ علامہ سالم باحطابؒ (المتوفی ۱۳۵۰ھ):

شیخ علامہ سالم باحطاب رحمۃ اللہ علیہ، حضرموت میں دینی و علمی گھرانے میں پیدا ہوئے اور اپنے افراد خاندان کے ساتھ شہر حیدر آباد ہجرت کی اور محلہ بارکس کو اپنا مقام اصلی کے طور پر اختیار کیا، آپ کی نشوونما بھی یہیں ہوئی، آپ کا مکمل اسم گرامی سالم بن صالح باحطاب العلوی النعمانی الشافعی الاشعری منقول ہے۔

تعلیمی سفر: آپؒ نے ابتدائی تعلیم گھر پر پائی پھر جامعہ نظامیہ حیدر آباد میں داخلہ لیا، اس طرح جامعہ کی فکر کو دیکھتے اور اس کی علمی و ادبی گلکاریوں سے مشام جاں کو معطر کرنے کا سنہری موقع نصیب ہوا، آپؒ نے اس مبارک موقع کو پوری طرح کام میں لایا، یہاں کے اساتذہ فن سے اکتساب فیض کیا اور اس کی علمی فضاء میں اپنے جیب و دامن کو علم و ادب کے صدف ریزوں سے بھرتے رہے، پھر یہاں سے فراغت کے بعد مادر علمی جامعہ نظامیہ کی وسیع علمی فضاء میں کام کرنے کا موقع ملا اور تدریس اور فقہ شافعی سے متعلق افتاء کی ذمہ داری آپ کے سپرد ہوئی جسے آپ بحسن خوبی اپنی تمام عمر انجام دیتے رہے اور آپ کے دست مبارک پر طالبان علوم نبوت کی ایک بڑی جماعت نے سند فراغت حاصل کی۔ آپ موصوفؒ اپنے تبحر علمی، کثرت معلومات، علم و فضل، حسن سلوک، اچھے اخلاق،

تقویٰ و طہارت اور حق گوئی کی بناء پر اپنے معاصرین میں بہت ہی زیادہ مشہور و معروف تھے۔

تالیفات: آپ موصوفؒ میدان فقہ کے شہسوار اور فقہ کے میدان میں اپنے معتدل مسلک، امتیازی اوصاف، تحقیقی مزاج، فقہی بصیرت کے لحاظ سے ممتاز، فقہ کے اصول و قواعد اور کلیات و جزئیات اور مسائل عامہ پر مجتہدانہ اور محققانہ نظر رکھنے والے تھے۔ چنانچہ اس بناء پر آپؒ نے فقہ کے موضوع پر بڑے ہی دلکش انداز میں قلم اٹھایا اور مبتدی و منتہی طالبان علوم نبوت کیلئے بڑی گراں قدر تالیفات مرتب فرمائی جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ الدر الثمین فی اصول الشریعہ و فروع الدین (فی الفقہ الشافعی والتصوف والخلاف)۔
آپؒ نے یہ کتاب جامعات دینیہ و مدارس اسلامیہ کے طلباء کیلئے تالیف فرمائی اور ماہرین تعلیم نے بھی اس علمی کاوش کو سراہا اور اس کی تحسین بھی اپنے اپنے گراں قدر الفاظ میں فرمائی۔

۲۔ آپؒ کی دوسری بیش بہا قیمتی تالیف ”الوصیۃ“ ہے جس میں علامہ موصوفؒ نے قرآن الکریم و حدیث مبارکہ اور اقوال علماء و ادباء کی روشنی میں وصیتوں کو جمع فرمایا، جو کہ طلباء مدارس و جامعات کیلئے بڑی مفید ہے۔

وفات مبارکہ: ۱۳۰۷ھ میں علامہ موصوفؒ کی کتاب زندگی کا ورق پلٹ گیا اور آپؒ لاکھوں محبین و معتقدین کو افسردہ چھوڑ کر حیدرآباد کے مشہور و معروف محلہ بارکس کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

۳۔ مسند ابی عوانہ، یعقوب بن اسحاق الاسفرانی، اس عظیم الشان کتاب میں صحیح مسلم پر زیادتی کی گئی، جس کو علامہ ابو عوانہؒ نے ”صحیح المسند المخرج علی صحیح مسلم“ کے نام سے موسوم کیا۔ جس پر علامہ عبد الرحمن المعلمیؒ نے تعلیق کا کام انجام دیا جس سے آپ کے علم رجال و حدیث میں تعمق و تبھر رکھنے کا مکمل پتہ چلتا ہے۔

۴۔ التاریخ الکبیر للامام محمد بن اسماعیل البخاریؒ۔ اس کتاب کی تصحیح، تعلیق اور حواشی کے قیمتی علمی جواہر پاروں کو علامہ موصوفؒ نے انجام دیئے۔ جس میں خصوصاً اسماء، انساب اور مشتبہ اسماء وغیرہ

کی تصحیح قابل ذکر ہے، نیز علم رجال، نقد روایات جیسے جرح و تعدیل کے اختلافی مقامات کو واضح کیا اور یہ کتاب ۷۷۱ صفحات پر مشتمل ہے۔

۵- کتاب الجرح والتعدیل، لاما م حافظ ابی محمد عبدالرحمن بن ابی حاتم الرازی (م ۳۷۷ھ) یہ کتاب چار ۴ جلدوں میں ۱۵۴۱ صفحات پر محیط ہے، جس کی تصحیح کے فرائض علامہ موصوفؒ نے بہترین انداز میں پائے تکمیل کو پہنچائے۔

۶- الجزء الرابع من کتاب "صفة الصفوة"، لاما م محمد بن علی الجزری (م ۵۹۷ھ) یہ کتاب ۴۰۶ صفحات پر علامہ موصوفؒ کی تحقیق کے ساتھ بڑے دلکش انداز میں منظر عام پر آچکی ہے۔

۷- کتاب الانساب، لاما م ابوسعید عبدالکریم بن محمد السمعانیؒ یہ کتاب ۱۳ جلدوں پر مشتمل ہے جس کی تصحیح و تحقیق کے فرائض علامہ موصوفؒ نے دیگر رفقاء کے ساتھ مکمل کئے۔

۸- تذکرة السامع والمتکلم (فی آداب العالم والمُتعلّم) لاما م علامہ ابواسحاق ابراہیم بن سعد اللہ الکلتانی (م ۷۳۳ھ)

یہ تصحیح شدہ کتاب آصفیہ لائبریری میں موجود ہے اور دوسرا نسخہ جامعہ لون میں ہے، اس کی تصحیح علامہ موصوفؒ کے ساتھ علامہ سالم الکرنوکیؒ نے کی۔

سانحہ ارتحال: آپ موصوفؒ اپنی تمام حیات اساتذہ فن سے فیض یاب ہونے کے ساتھ ساتھ علم و فن کے گل بوٹوں سے دامن مراد بھرنے کے خواہاں اور طالبان علوم شرعیہ کو اپنی علمی پیاس بجھانے کا باعث بھی بنے اور ۷۶۱ھ مطابق ۱۹۶۶ء میں اس دنیا سے آخرت کا رحلت سفر باندھ لیا۔

۴- شیخ صالح بن سالم باھطابؒ ۱۳۲۴ھ ۱۳۷۴ھ-ھ:

شیخ علامہ صالح بن سالم باھطاب الحضری العلوی النعمانی الشافعی الاشعری۔

آپ کی پیدائش سرزمین ہندوستان کی معروف و مشہور بستی، قابل قدر و باعث حصول و برکت جو کہ عرب یمنی حضارم حضرات کی جائے سکونت و اقامت سے بے انتہاء مشہور و معروف ہے جو کہ بارکس کہلاتی ہے میں ۱۳۲۴ھ میں ہوئی۔

آپ ایک دینی، علمی، عملی، تقویٰ و طہارت، زہد و پرہیزگاری اور عقیدہ توحید کی پختگی جیسے گھرانہ و خانوادے میں اپنے شعور کی آنکھیں کھولیں اور یہیں سے اپنی شاندار ورثہ آفرین حیاتِ طیبہ کا آغاز کیا۔

تصنیفات و تالیفات:

آپ ایک مقبول قلم کار عربی و اردو زبان پر بیک وقت قدرت رکھنے والے، فقہ و متعلقات فقہ پر وسیع نظر رکھنے والے نہایت ممتاز و نمایاں صاحب تصانیف استاذ تھے۔ آپ کی ان علمی کاوشوں کی تفصیل اس طرح ہے:

۱۔ ”سیرۃ الامام الشافعی“ اس کا اردو میں ترجمہ آپ کے شاگرد رشید خواجہ شریف صاحب شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ دامت برکاتہم نے کیا ہے۔

۲۔ فتاویٰ الشافعیۃ بالعربیۃ والاردویۃ

۳۔ المنہ الربانیۃ والہدیۃ الایمانیۃ۔ یہ حکمت اسلامیہ اردو کا عربی ترجمہ اور اس کی شرح ہے۔

۴۔ الارشاد والعون۔ یہ بحر العلوم شیخ محمد عبدالقدیر صدیقیؒ کے رسالہ شجرۃ الکون کا عربی ترجمہ ہے۔ یہ کتاب فلسفہ و کلام میں ہے۔

۵۔ الفتح المبین (اردو) یہ آپ کے والد محترم کی کتاب الدر الثمین عربی کا اردو ترجمہ ہے۔

۶۔ سبیل السعاده۔

۷۔ خطبات الجمعۃ لابن نہاتہ۔ ابن نہاتہ کے خطبات کا اردو مجموعہ ہے۔

۸۔ رسالۃ ایصال الثواب بالقرآن الی المیت (اردو)۔

۹۔ سیرۃ النبی المرسل صلی اللہ علیہ وسلم (اردو)۔

۱۰۔ دیوان الشعر (غیر مطبوع)۔

۱۱۔ رسائل۔

۱۲۔ قصائد۔

۱۳- کارنامہ ممالک محروسہ سرکار عالی۔

وفات: آپؒ نے پچاس ۵۰ سال کی عمر مبارک پائی لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ آپؒ موصوفؒ نے ساری زندگی تنہا گذاری شادی نہیں کی جیسا کہ امام نوویؒ کا معاملہ رہ چکا ہے۔
جریان دم کے سبب یہ عالم اسلام کا نیرتا باں نصف صدی سے زائد تک حق و صداقت کا پرچم بلند کرتا ہوا اور اپنی زبان و قلم سے ملت کی بھنور میں پھنسی کشتی کو آگے بڑھاتا ہوا ۱۳۷۷ھ میں غروب ہو گیا اور مقبرہ بارکس میں مدفون ہوئے۔

۵- شیخ علامہ عبداللہ عمادیؒ (۱۲۹۵ھ ۱۳۶۶ھ):

شیخ علامہ عبداللہ عمادیؒ یعنی نژاد میں سے تھے۔ آپ کا مکمل نام عبداللہ بن محمد افضل بن حسین بن حیدر بن محمد بن خیر الدین بن معین بن طیب بن داؤد بن قطب بن عماد، العمادی البکری التیمی الیمانی الہندی ہے۔

علامہ موصوفؒ اپنی خداداد و اکتسابی صلاحیتوں سے علماء و عوام دونوں ہی طبقوں کو یکساں طور پر فیض یاب کرتے رہے، گویا آپ بیک وقت کامیاب مدرس، اعلیٰ درجہ کے منتظم اور بے مثال علمی بصیرت دان تھے۔

تصنیفات و تالیفات: علامہ موصوفؒ فکر و خیال کے تنوع کے ساتھ آپ کی قلمی یادگاریں بھی مختلف سمتوں میں رہنمائی کرتی ہیں۔ آپؒ نے تفسیر، حدیث، ادب، تاریخ، کلام اور عام و مختلف موضوعات پر خامہ فرسائی کی ہے۔ چنانچہ علامہ موصوفؒ کی بیسیوں کتب زیور طباعت کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہیں۔

عربی تصنیفات:

۱- معارف الہند۔

۲- کتاب الحریۃ والاستبداد فی ان المسلم لا یغنی عن یقبل الضیم، بل یحب علیہ ان یمیر

منكرات الاضطهاد مہما استطاع۔

۳۔ القول الفیصل فی الرد علی الشیعة۔

۴۔ مقالۃ علی ابن ابی شیم۔

عربی سے اردو ترجمہ:

۵۔ مروج الذهب للمسعودی۔

۶۔ تاریخ الرسل والملوک للطبری (۲ جلدوں میں)۔

۷۔ الملل والنحل لابن حزم الاندلسی۔

۸۔ کتاب المعارف لابن قتیبة۔

۹۔ الطبقات الکبری لابن سعد۔

۱۰۔ کتاب التنبیہ والاشراف۔

۱۱۔ ترجمہ تاریخ جون بورشع عبدالقادر العماوی۔

۱۲۔ شرح المفصل لمخشری (بالفارسی)۔

اردو کتب:

۱۳۔ الحکمات۔

۱۴۔ علم الحدیث۔

۱۵۔ تاریخ الادب القدیم۔

۱۶۔ صناعة العرب۔

۱۷۔ فلسفۃ القرآن۔

۱۸۔ کتاب الزکاة۔

۱۹۔ ابن عربی۔

۲۰- بدعاتِ محرم۔

ان کتابوں کے علاوہ بڑی تعداد میں علامہ موصوفؒ کے مضامین اور مقالات بھی ہیں جو مختلف علمی و ادبی رسالوں میں اس وقت شائع ہوئے۔

وفات: آپؒ ہم سب کو یہ علمی، ادبی، ثقافتی سرمایہ دیتے ہوئے ۱۳۶۶ھ میں مولائی حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۶۔ ڈاکٹر حمید اللہ الشافعی (۱۳۲۶ھ - ۱۴۲۳ھ)

عالم اسلام کی بیشتر یونیورسٹیوں کے خوشہ چیں، عالم اسلام کے قافلہ سالار و میر کارواں، برصغیر ہندوپاک کے علاوہ عرب و یورپی ممالک کے علمی حلقوں کی بہت ہی بلند و عالی مرتبت شخصیت، تحریر کی شگفتگی اور فنی لیاقت کے اعتبار سے اپنے موضوع پر مستند سمجھے جانے والے، بحر العلوم کے شناور، اعلیٰ درجہ کے ذہین و نکتہ رس، حاضر جوابی کی دولت سے سرشار، قانونی موشگافیوں سے واقف کار، انتظامی امور کے کوچہ آشنا، بہترین مدیر و منتظم، دینی تعلیمی کونسل حیدرآباد، رابطہ ادب اسلامی (شعبہ برصغیر و ممالک شرقیہ) کے رکن عالی وقار، اور مختلف دینی و علمی مراکز اور دانش گاہوں کے سرپرست و ذمہ دار خانوادہ ناطیلی کے قابل فخر چشم و چراغ حضرت علامہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ بن ابی محمد خلیل اللہ بن محمد صبیحہ اللہ مقلب قاضی بدرالدولہ بن محمد غوث شرف الملک الشافعی نے محرم الحرام ۱۳۶۶ھ ۱۹ فروری ۱۹۰۸ء کو دنیائے علم و آگہی میں بروز چہار شنبہ (بدھ) سرزمین حیدرآباد میں شعور کی آنکھیں کھولیں۔

آپؒ کا پورا ۱۵۱ پشتوں تک کا خاندان اپنے وقت کا یگانہ روزگار علماء، ادباء و مورخین اور فقہاء میں سے تھا۔ خانوادہ شیخ عطاء احمد الشافعی جو ہندوستان کا مشہور ناطیلی خاندان جنوبی ہندوستان مدراس میں بڑی مدت سے آباد تھا جو کہ سلطان علاء الدین حسن بہمنی کے دور میں بھرہ سے ہجرت کر کے یہاں پہنچا تھا۔ اس خاندان کو بہمنی، عادل شاہی اور نظام شاہی بادشاہوں نے مناصب جلیلہ اور بہت عزت و احترام سے نوازا تھا۔ پھر بعد میں اس خاندان کے چند نژاد شہر حیدرآباد نظام میر عثمان علی کے دور میں تشریف لائے۔ انہیں میں ایک ایسا دیدہ ور بھی آیا جس نے دنیائے عالم میں اپنے علم و فضل کا ڈنکا بجایا

جس کی گونج آج بھی دنیائے عالم میں گردش کر رہی ہے۔

تصنیفات و تالیفات:

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ اس صدی کے بہترین و جدید قلم کاروں میں سے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو فکر و ارجمند کے ساتھ دل دردمند اور زبان ہوش مند سے بھی سرفراز کیا تھا جس کی وجہ سے آپ کی تصانیف و تالیفات شاہکار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ نے قرآن، حدیث، تاریخ، علم کلام، سوانح، اخلاقیات اور عام دیگر موضوعات وغیرہ کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا اور جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اس کا کما حقہ حق ادا کیا۔ آپ کا شمار کثیر التصانیف مصنفوں میں ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ کی جملہ کتب و مقالہ جات، کتابوں کے ترجمے مختلف زبانوں میں تقریباً ۴۵۰ کے کثیر عدد سے بھی متجاوز ہیں، جنہیں سے چند ایک کا ذکر یہاں پر طوالت سے بچنے کیلئے کیا جا رہا ہے (جن کی تفصیلی شکل راقم الحروف بندہ خاکسار کے مخطوط بنام ”علماء شوافع کی حیات اور انکی علمی، ادبی، ثقافتی خدمات“ میں دیکھ سکتے ہیں)۔

۱۔ الوثائق السياسية فی العهد النبوی والخلافة الراشدة۔

۲۔ القرآن فی کل لسان۔

۳۔ مملکت النظام حیدر آباد۔ المملکت الاصفیة الاسلامیة۔

۴۔ صحیفہ ہام بن منبہ و مکاتبتہ فی تاریخ علم الحدیث۔

۵۔ نظرات فی علاقات الفقہ الاسلامی بالقانون الرومی، وترجمۃ تلبیو فی المبتغی فی دراسات

المستشرقین۔

۶۔ کتاب الانواء لابن قتیبہ۔

۷۔ انساب الاشراف بلذاذری۔

۸۔ الذخائر والتحف لقاضی رشید الدین بن زبیر۔

۹۔ افکار ابن رشد فی فلسفۃ الحقوق والقانون۔ فی الکتاب الذہبی لمہرجان التذکاری

لفلسفۃ الاسلام فی الغرب العربی۔

- ۱۰- کتاب المعتمد لابن الحسین البصری۔
- ۱۱- مقدمة فی علم السیر و حقوق الدول فی الاسلام فی احکام اهل الذمہ لابن قیم۔
- ۱۲- شمس الائمة السرخسی۔
- ۱۳- المقدمة علی کتاب السنن السعید بن منصور۔
- ۱۴- کتاب الاشعات لکندی۔
- ۱۵- هل للقانون الرومی تاثیر علی الفقه الاسلامی۔
- ۱۶- تاریخ البصره و الجزائر، جزائر الخلیج العربی الفارسی۔ للشیخ نعمان بن محمد بن العراق، مجمع البحوث الاسلامیة۔
- ۱۷- فقهاء ایران قبل الطوسی۔
- ۱۸- کتاب النبات لدينوری۔
- ۱۹- بنوک القرص بدون ربا۔
- ۲۰- اقدم دستور سجل فی العالم، وثيقة نبویة مهممة۔
- ۲۱- کلمة الختام لکتاب، الجسر، لابن حبیب البغدادی۔
- ۲۲- دارم وقوت (استدراک) مجلة المجمع العلمی دمشق ۱۹۵۴م۔
- ۲۳- شجرة الدارم ومزتها۔
- ۲۴- تحويل مجرى نهر الفرات لارواء شبه جزيرة العرب الیقظة۔
- ۲۵- حول خاطرة مع صهيوني۔
- ۲۶- رسالتان لابن حبیب، کتاب ماجاء ايمان احدهما شهر من صاحبه۔
- ۲۷- المخطوطات العربیة فی بارلیس۔
- ۲۸- المیزانية والغرائب فی عصر النبی (ترجمہ سعید رمضان)۔
- ۲۹- الألمان فی خدمة القرآن (مجلة فکروفن)۔

- ۳۰- صحنۃ الکتابۃ فی معہد الرسول والصحبۃ (مجلۃ فکر و فن)۔
- ۳۱- مواقیئ الصوم والصلوۃ فی المناطق غیر المعتقد لہ۔
- ۳۲- مکتوب حول ذبائح اہل الکتاب۔
- ۳۳- المسلمون فی الہند (مجلۃ المجتمع)۔
- ۳۴- الاوامر القومیۃ فی نظر الاسلام الغریب۔
- ۳۵- حول موضوع الزمی الاسلامی۔
- ۳۶- وضع الاصطلاحات العلمیۃ، وتکمیل الخط العربی لاستعمالہما فی الجامعۃ العثمانیۃ۔
- ۳۷- علم النبات عند المسلمین ومکانۃ الدینوری۔
- ۳۸- صلات آرست رینان مع جمال الدین الافغانی۔
- ۳۹- توحید الاحکام وتدوین الفقہ علی ایدی الائمۃ۔
- ۴۰- فی بعض المسائل الفقہیۃ المتناثرۃ بعلم الھیئۃ الجدیدہ۔
- ۴۱- معدن الجواہر (الدراسات الاسلامیۃ)۔
- ۴۲- النقط فی معرفۃ المسلمین۔
- ۴۳- الحجر الاسود یمین اللہ فی الارض۔
- ۴۴- اصول رسائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الملوک والروساء۔
- ۴۵- اصل رسالۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم الی کسری۔
- ۴۶- تراجم القرآن فی اللغات الاجنبیۃ۔
- ۴۷- تعقیب علی رسالۃ الکندی فی کتاب الشعاعات۔
- ۴۸- مذاکرات علمیۃ۔
- ۴۹- ظہور الاسلام۔
- ۵۰- مسجد الاقصی والمسجد الاقصی۔

۵۱۔ المسلمون فی امبراطوریتہ وفتح ماوراءالنہر فی عہد سیدنا عثمانؓ۔

وفات: علامہ موصوفؒ اپنی آخری عمر شریف میں اپنے بھائی کی پوتی کے گھر ولایات متحدہ منتقل ہوئے وہیں اس دنیائے فانی سے ۱۷ دسمبر ۲۰۰۲ء رحلت فرما گئے۔ اور آپ کو جنکسن، فلوریڈا شہر کے Chapal Hill Saint John Bluff قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تقریباً نصف صدی تک علمی و تحقیقی کاموں میں مستغرق رہنے اور دنیائے علم کو جدید حالات، ان کے تقاضوں سے واقف کرتے ہوئے اور مخالفین اسلام سے علمی و فکری محاذوں پر جنگ کی تدبیریں کرتے ہوئے اور نوجوان اہل علم و صاحب قلم حضرات کو اس عظیم مشن کیلئے ہمیز کرتے ہوئے ابدی نیند سو گئے۔ آخری وقت تک قلم اس مرد مجاہد کے ہاتھ میں رہا۔

۷۔ مفتی محمد سعیدؒ ۱۲۴۷ھ - ۱۳۱۲ھ:

علامہ مفتی محمد سعیدؒ ۱۲۴۷ھ کو مدراس کے ایک معروف و مشہور خاندان نوابیٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا پورا نام محمد سعید بن بدرالدولہ محمد صبغۃ اللہ ابن شرف الملک محمد غوث الشافعی النابٹلی المدراسی ثم حیدرآبادی۔

تصنیفات و تالیفات:

آپ کا شمار بھی کثیر التصانیف مصنفین میں ہوتا ہے آپ نے عربی و فارسی زبان میں بہت ساری علمی خدمات سپرد قرطاس کیں۔

عربی تصانیف:

۱۔ التنبیۃ بالتزییہ (فی العقائد الاسلامیۃ)۔

۲۔ ہدایۃ الشفا الی نصاب الزکاة (فی الفقہ)۔

۳۔ نور الکریمتین فی رفع الیدین بین الخطبتین (فی الفقہ)۔

۴۔ تشبیہ السبانی فی تخریج احادیث مکتوبات ربانہ (فی الحدیث)۔

- ۵- تخریج احادیث الاطراف (فی الحدیث)۔
- ۶- القول الجلی فی معنی قدمی علی رقبہ کل ولی (فی التراجم)۔
- ۷- الجام العوام عن علم الکلام۔
- ۸- ثبت فی الحدیث النبوی۔

فارسی تصانیف:

- ۹- رسالہ اثبات علم غیب انبیاء۔
- ۱۰- اعجاز محمدی۔
- ۱۱- ترجمہ شروط اقتداء۔
- ۱۲- تفسیر فیض الکریم۔
- ۱۳- رسالہ در اثبات عمل مولود شریف۔
- ۱۴- رسالہ شق القمر۔
- ۱۵- مناجح عدالت۔
- ۱۶- سرور المؤمنین فی میلاد المرسلین۔
- ۱۷- رسالہ در بحث ختنان۔
- ۱۸- رسالہ در امتناع نظیر۔

www.KitaboSunnat.com

- ۱۹- احوال سیدنا عمر فاروقؓ۔
- ۲۰- رد فتویٰ مولوی محبت احمد عبدالرسول بدایونی۔
- ۲۱- فتویٰ طحان نیاز و فوائج۔
- ۲۲- فتویٰ در تعظیم و تکریم زیارت و آثار شریف۔

وفات: عالم اسلام کا یہ نیرتاباں نصف صدی سے زائد حق و صداقت کا پرچم بلند کرتے ہوئے اور اپنی زبان و قلم سے ملت کی بھنور میں پھنسی کشتی کو آگے بڑھاتے ہوئے ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۴ء کو

غروب ہو گیا اور مسجد الماس چادر گھاٹ، حیدر آباد کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون
آپ کی تاریخ وفات میں مؤلفین کے درمیان قدر اختلاف سامنے آتا ہے۔ صاحب تاریخ
نویط نے ۴۶۱ پر اور صاحب نزہۃ الخواطر نے ۸/۴۳۰ پر ۱۳۱۲ھ نقل کی اور صاحب کتاب القاضی بدر
الدولہ نے ۱۳۱۰ھ ذکر کی، لیکن علامہ سلطان محی الدین مدظلہ العالی (جامعہ عثمانیہ میں ادب عربی کے سابق
صدر) نے علماء العربیہ و مساهماتہم فی الادب العربی فی العهد الاصفہانی میں ۹۷ پر ۱۳۱۲ھ نقل کی اور بطور
سند حکومت کی طرف سے جاری کردہ اعلامیہ کو پیش کیا جس میں ۲۴ شعبان ۱۳۱۲ھ کا ذکر ہے۔

۸- علامہ حسین عطاء اللہ ۱۲۶۰ھ ۱۳۲۷ھ:

خانوادہ نویط کے چشم و چراغ علامہ حسین عطاء اللہ بن قاضی الملک صبغۃ اللہ بن شرف
الملک محمد غوث الشافعی ۱۲۶۰ھ میں مدراس میں حیات فانی کا آغاز کیا۔ آپ موصوف کا گھرانہ یہاں
عرصہ دراز سے آباد تھا اور شرافت و بزرگی، علم و فضل، زہد و تقویٰ کے لحاظ سے ہمیشہ معروف و ممتاز رہا،
اسی علمی و دینی گھرانے میں آپ کی تربیت و تعلیم ہوئی اور اسی علمی گھرانے کے افراد با کردار کی زیر پرورش
آپ کی صلاحیتیں پروان چڑھیں۔

تصنیفات و تالیفات:

علامہ موصوفؒ نے امت مسلمہ کیلئے اپنا قیمتی علمی سرمایہ سپرد قرطاس کرتے ہوئے بڑا احسان
کیا آپ کی علمی کاوشوں کی تفصیل اس طرح ہے:

۱- فہرست اللغات۔

۲- الجمل صحیحین۔

۳- کتاب اشعار السیرۃ النبویۃ، (سیرۃ ابن ہشام کے اشعار کو اس میں جمع کیا)۔

۴- کتاب اشعار الایمانی۔ اس میں علامہ موصوفؒ نے علامہ اصفہانی کے اشعار کو جمع کیا

لیکن اس کو مکمل نہیں کر سکے۔

۵- قصائد۔

وفات: علامہ موصوفؒ ۱۳۲ھ کو اپنے بہت سے محبین و معتقدین کو افسردہ چھوڑ کر مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۹- علامہ احمد اللہ (نواب احمد جنگ بہادرؒ):

علامہ احمد اللہؒ (نواب احمدؒ جنگ بہادر) ان محقق علماء کرام میں سے ہیں جو برصغیر ہند و پاک کے علاوہ عرب ممالک کے علمی حلقوں میں ممتاز مقام رکھتے ہیں، تحریر کی شکستگی، علمی ذوق و شوق رکھنے والے اور فنی لیاقت کے اعتبار سے اپنے موضوع پر مستند سمجھے جانے والے نیز تصوف و عقائد اور خصوصاً علم فقہ آپ کا خاص موضوع رہا، جس سے متعلق متعدد وقیع و دقیق کتابیں منظر عام پر آ کر خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

علامہ احمد اللہ صاحبؒ شہر حیدر آباد میں ۱۴ اگست ۱۸۹۰ء کو اس جہان رنگ و بو میں اپنی حیات فانی کی آنکھیں کھولیں۔ والد محترم کا اسم گرامی محمد اسمعیل بن محمد قادر محی الدین صاحبؒ ہے (جو عدالت دیوانی عثمان آباد کے سررشتہ دار کے منصب جلیلہ پر فائز تھے)

تصانیف و تالیفات: آپؒ کی مندرجہ ذیل تمام کی تمام کتب زیور طباعت سے آراستہ و پیراستہ ہو کر منظر عام پر آ چکی ہیں۔

۱- المختصر (فی الفقہ الشافعی)

۲- المتوسط (فی الفقہ الشافعی)

۳- المبسوط (فی الفقہ الشافعی) (جس کی اب تک چھ مرتبہ طباعت ہو چکی ہے نیز چھٹی دفعہ اس گرانقدر تصنیف کو نہ صرف کمپیوٹرائز کیا گیا بلکہ مفاد عامہ کے لئے انٹرنیٹ پر مہیا کر دیا گیا ہے۔

۴- الحج (فی الفقہ الشافعی)۔

۵- الاحسان (فی التصوف)۔

۶- جامع العقائد (فی العقائد)۔

وفات: عالم اسلام کا یہ نیر تابان ستارہ نصف صدی سے زائد مدت تک حق و صداقت کا پرچم بلند کرتے ہوئے اپنی زبان و قلم سے ملت اسلامیہ کی بھنور میں پھنسی کشتی کو آگے بڑھاتے ہوئے، نو جوانانِ اہل علم و صاحب قلم حضرات کو ایک عظیم مشن کیلئے ہمیز کرتے ہوئے ۳۱ جولائی ۱۹۸۳ء کو حیدرآباد کی سر زمین میں ابدی نیند حاصل کرتے ہوئے غروب ہو گیا۔ آپ کو شہر حیدرآباد کے قدیم محلہ چنچل گورہ میں تکیہ عباد اللہ شاہؒ میں سپرد خاک کیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

شافعی ابناء حیدرآباد کی فقہی خدمات:

شافعی ابناء حیدرآباد کا ایک اہم کارنامہ اس دور میں کتب شافعیہ کی نشر و اشاعت اور طباعت و تیاری ہے، جب سے یمنی و حضارم حضرات شہر حیدرآباد میں تشریف لائے اس وقت سے آج تک کتب شافعیہ کی موثر و طاقتور نمائندگی و ترجمانی کر کے ایمان و یقین اور اصولی و فروعی مسائل کی بنیاد ذہن و دماغ میں از سر نو استوار کرے، اس ذہنی بے چینی اور انتشار کو رفع کرے جو شہر حیدرآباد میں ہی نہیں بلکہ سارے ہندوستان میں جنم لے رہی ہے، نیز جو ہندوستان کے دوسرے مذاہب و مسالک کے متبعین و مقلدین میں صحیح و رقیق تعارف کا ذریعہ بنے۔

چنانچہ علامہ سید مفتی محمود صاحب نے مرکز توعیۃ الفقہ الاسلامی کی بنیاد ڈالنے سے پہلے مکتبہ اشرفیہ کے نام سے ایک ادارہ کی بنیاد ڈالی جس کے تحت آپؒ نے پچاس ۵۰ سے زائد کتب دیدیہ کی نشر و اشاعت کی جن میں سے بعض علمی سرمایہ درج ذیل ہیں:

۱- رسالۃ حیاۃ الانبیاء-

۲- الوسیلۃ العظمیٰ-

۳- قصیدۃ النعمان-

۴- رسالۃ الصیام علی المذاہب الاربعہ (جس کا اردو ترجمہ علامہ مفتی محمد عبد الحمید صاحب شیخ

الجامعہ نظامیہ نے کیا ہے)۔

۵- سیرۃ الشافعی۔ صاحب باطاب۔ (اس کا اردو ترجمہ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ علامہ خواجہ

شریف صاحب نے کیا ہے۔)

۶۔ ضوابط شافعیہ (فی الفقہ)۔

۷۔ ہدیہ حبیبیہ (فی الفقہ)۔

۸۔ نجوم الہدی۔

پھر آپؐ نے باقاعدہ عربی واردواہم کتب کی تشریح و طباعت اور نشر و اشاعت کا اہم کارنامہ مرکز توعیتہ الفقہ الاسلامی کے نام سے بحسن خوبی تمام عمر انجام دیتے رہے، جس کے تحت کئی ایک کتب شائع ہوئیں اور اس علمی کاوشوں کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۱۔ الوریقات۔

۲۔ شرح الوریقات۔

۳۔ سفینۃ النجاح۔

۴۔ متن ابی شجاع۔

۵۔ عمدۃ السالک وعدۃ الناسک۔

۶۔ الدر الثمین فی اصول الشرعیہ وفروع الدین۔

۷۔ عقود رسم المفتی۔

۸۔ نور وجہ المحارم شیخ سعید بن الاصقع۔

۹۔ وفیات الاعیان۔

۱۰۔ فتح المجید باحکام التقليد۔

۱۱۔ فتح المعین۔

۱۲۔ الحکمۃ الاسلامیہ۔

۱۳۔ رسالۃ الصیام علی المذاهب الاربعہ۔

۱۴۔ الرسالۃ للامام الشافعی۔

ان علوم اسلامیہ کی اشاعت و طباعت کا سہرا آپ موصوفؒ کے سر جاتا ہے جنہوں نے اپنی پیرائہ سالی میں اس بلند و اعلیٰ خدمت کو لیکر اٹھے، لیکن افسوس صد افسوس یہ قضاء و قدر نے اس سلسلہ کو زیادہ دن چلنے نہیں دیا، آپ مولاء حقیقی سے جا ملے۔ رنج و ملال کا یہ رشتہ آپ کے سانحہ ارتحال کے ساتھ ہی بڑھتا گیا جو آج تک ختم نہیں ہو سکا اور وہ اس مرکز کی کاروائی کو آگے بڑھانے والا معاملہ ہے۔

وفات: آپ موصوفؒ ۱۶ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۵ فروری ۲۰۰۸ء کو بروز جمعہ ۳۰-۱۰ بجے شب اس دار فانی سے دار باقی کی طرف کو رخصت فرما گئے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۷۵ سال تھی۔

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ:

ایک ایسا دینی ادارہ ہے جو اپنی قیام سے ہی اپنے مقصد اصلی کو پورا کرنے کیلئے بڑا کوشاں ثابت ہوا جس نے اپنی تمام تر توجہات فقہ شافعی کی کتب کو زیور طباعت سے آراستہ کرنے پر رکھی جس کا اولین و بنیادی مقصد فقہ شافعی کو اس علاقہ میں اسکے قبعین و مقلدین تک باسانی پہنچایا جاسکے، چنانچہ اسی نیک مقصد کو پروان چڑھانے کیلئے مرکز ہذا نے چند ایک کتب شافعیہ کی طباعت کی جن میں قابل ذکر مندرجہ ذیل ہیں:

- ۱- طریقہ نماز شافعی (۱۶ صفحات مجلد سہو تک)۔
- ۲- رسالہ فقہ شافعی (۶۸ صفحات پانی کے بیان سے قربانی تک)۔
- ۳- المختصر للاحمد جنگ۔
- ۴- التوسط للاحمد جنگ۔
- ۵- المسمو ط للاحمد جنگ۔
- ۶- الفتح المبین۔
- ۷- شافعی بہشتی زیور۔
- ۸- ادب النکاح۔

جامعات و مدارس اسلامیہ:

چودھویں صدی ہجری اور انیسویں صدی عیسوی میں پورا عالم اسلام انتشار و پراگندگی، پریشان حالی اور فکری اضمحلال کا شکار تھا، ہر جگہ جمود و تعطل کے آثار نمایاں تھے، مسلمانوں کی وحدت پارہ پارہ ہو چکی تھی، مسلم حکمران و سلاطین اپنی عیش و عشرت کی دنیا اور شوق و طرب کی بزم آرائیوں میں مگن تھے، ان میں بد نظمی و خون ریزی کا دور دورہ تھا، ملت کے مذہبی قائدین اور علماء کرام احساس کمتری کے شکار ہو چکے تھے۔ اس وقت پورا اسلامی نظام تختہ مشق بنا ہوا تھا، اس کے فطری اصولوں کو چیلنج کیا جا رہا تھا، ان کے قوانین کو لغو اور از کار رفتہ قرار دیا جا رہا تھا۔

اس عالمی منظر نامہ میں ہندی مسلمانوں کی حالت زار خاص طور پر بڑی قابل رحم تھی، یہاں داخلی و خارجی دونوں محاذوں پر مسلمان پسپائی کے شکار تھے اور مسلمانوں کے ذہنوں میں مسلم سلطنت کے زوال کا درد اور غلامی کا احساس باقی رہا، آزادی کی تمنا ان کے اندر کروٹیں لیتی رہیں، جس کے نتیجہ میں مسلمان انگریزوں کے بڑھتے قدم کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے اور ہر موڑ پر ان کے مد مقابل میں کھڑے ہوتے رہے، شاہ عبدالعزیزؒ کا انقلاب انگیز فتویٰ تحریک شہیدینؒ، ٹیپو سلطان شہیدؒ کی جرات و ثبات قدمی، سن ستاون کی تحریک حریت، خلافت کمیٹی اور جمعیتہ علماء ہند، حریت وطن کی طلائی زنجیر کی یادگار کڑیاں اور لافانی مثالیں ہیں، لیکن یہ ساری کوششیں جب ناکام ہو چکیں تو انگریزوں نے مسلمانوں سے انتقام لینا شروع کیا۔ بقول منشی ذکاء اللہؒ ہر انگریز کا یہ پیشہ ہو گیا تھا کہ ہر مسلمان کو باغی سمجھتا تھا، ہر ایک سے پوچھتا تھا کہ ہندو ہے یا مسلمان؟ جواب میں مسلمان سنتے ہی گولی مار دیتا“ (عروج سلطنت انگلیش ص ۷۲-۷۱)۔

انگریزوں کا یہ معاندانہ رویہ یہیں ختم نہیں ہوا، بلکہ انہوں نے مسلمانوں کی آئندہ نسلوں تک کو تباہ کرنے پر تل گئے جس کے نتیجہ میں انہوں نے ان کی معاشی، حکومتی، اوقافی جائیدادوں کے دروازے بند کر دیئے یہاں تک کہ ایمانی جذبہ کو جو کہ ان کا متاع گراں سمجھا جاتا پر تک یلغار کی گئی۔

اس بحرانی دور، پیچیدہ کیفیت اور نازک صورت حال میں علماء دین اور مذہبی قائدین نے اسلام کے دینی و علمی سرمایہ کی حفاظت اور مسلمانوں کے دینی تعلق و احساس کو باقی رکھنے کیلئے ایسے مدارس و جامعات کا قیام ضروری سمجھا، جو سیاسی زوال کے بعد مسلمانوں کے دینی و اخلاقی زوال سے حفاظت کے ضامن ہوں اور ان مدارس و جامعات سے ایسے علماء تیار ہو کر نکلیں جو شریعت اسلامی سے گہری واقفیت رکھتے ہوں، اور علم دین کی اشاعت و حفاظت کا فریضہ انجام دے سکیں ان مدارس و جامعات میں دارالعلوم دیوبند کا نام سرفہرست اور اس کے بعد شہر حیدرآباد کی درسگاہ جامعہ نظامیہ ہے۔ اور انہی کے ساتھ ندوۃ العلماء بھی۔

جامعہ نظامیہ:

شہر حیدرآباد کی بہت ہی معروف و مشہور علمی و ادبی درسگاہ جامعہ نظامیہ ہے جس سے اب تک لاکھوں تشنگانِ علوم نبوت نے نہ صرف اپنی علمی پیاس بجھائی بلکہ کروڑوں لوگوں کی دینی اور علمی و عملی طلب کو بھی بھرپور مکمل کیا اور کر رہی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ تا قیامت کرتی بھی رہے گی۔

اس مادر علمی کی بنیاد ۱۲۹۲ھ، ۱۸۷۷ء میں شیخ الاسلام علامہ فحامہ حافظ محمد انوار اللہ العمری فضیلت جنگ نے اپنے مرشد و مربی حضرت علامہ شیخ حاجی امداد اللہ شاہ مہاجر کی کے اشارے پر ٹھیک اسی طرح ڈالی جس طرح علامہ شیخ قاسم ناتو توئی نے دارالعلوم دیوبند کی حاجی صاحب کے کہنے پر ڈالی۔ جامعہ میں تمام علوم شرعیہ کی تعلیم چار ۴ مراحل میں منقسم ہے اور ان تمام ہی مراحل میں علم فقہ پڑھایا جاتا ہے چونکہ جامعہ کا موقف اس باب میں فقہ حنفی ہے لیکن شوافع طلباء کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے اساتذہ کرام فقہ شافعی کی بھی تعلیم سے طلباء کو سیراب کرتے ہیں۔

جامعہ نوری شاہ:

شہر حیدرآباد کی ایک علمی و روحانی درسگاہ جسے جامعہ نوری شاہ کے نام سے جانا جاتا ہے جس کے بانی و مؤسس نوری شاہ حضرت ہیں۔

آپ کے روحانی کمالات کا فیض شہر حیدرآباد کے بجائے کیرالا میں پہنچا جس کی بناء پر سینکڑوں حضرات آپ کے حلقہ مریدی میں آئے، بایں بناء حیدرآبادی طلباء کے مقابلہ میں اس جامعہ میں طلباء کیرالا کا ایک جم غفیر زیر تعلیم و تربیت ہے، چونکہ مدراس، کیرالا اور تاملناڈو میں امام شافعیؒ کے مقلدین ہیں اسی وجہ سے جامعہ ہذا میں بھی فقہ شافعی درس نظامی میں شامل ہے اور باضابطہ فقہ شافعی کی تعلیم دی جاتی ہے۔

مدرسہ الہیہ :

مدرسہ الہیہ شہر حیدرآباد کی معروف و مشہور بستی بارکس میں واقع ہے جس کی بنیاد آج سے تقریباً ۸۳ سال پہلے راقم الحروف کے خسر محترم حاجی عبدالرحیم بن سالم الشافعی ہیں اور آپ کے مخلص رفقاء کی جماعت نے ملکر عرب شافعی حضرات کی ایک کثیر تعداد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپریل ۱۹۷۴ء میں ڈالی تھی، جو الحمد للہ آج تک ایک تناور درخت کی شکل میں اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے علمی کاروان کو بڑھاتے ہوئے ترقیاتی منازل کو طے کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو اور اس سے ملحقہ ادارہ کو تاقیامت خدمت دین و شرع متین کیلئے تابناک رکھے (آمین)۔

چنانچہ مدرسہ ہذا میں شافعی طلباء و طالبات کی ایک کثیر تعداد دینی و عصری علوم سے آراستہ ہو رہی ہے، اس لئے انہیں فقہ شافعی کی باضابطہ تعلیم درس نظامی میں شامل کرتے ہوئے مستقل طور پر ماہر اساتذہ کرام کی زیر نگرانی دی جاتی ہے۔

مصادر و مراجع:

- ۱- علماء العربیہ و مساهماتہم فی الادب العربی فی العهد الاصفیاجی۔ لدکتور محمد سلطان محی الدین صاحب۔
- ۲- القتور مجلہ ادبیۃ و اشغافیۃ (العثمانیہ)۔
- ۳- محبوب ذی المنن تذکرۃ اولیائے دکن۔
- ۴- تاریخ نوابک (عزیز جنگ)۔

- ۵- محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن۔
- ۶- تذکرہ سعید لافضل اقبال۔
- ۷- قاضی بدرالدولہ (سعید بہاء الدین)۔
- ۸- نزہۃ الخواطر لعبدالحی۔
- ۹- خانوادہ قاضی بدرالدولہ لیوسف کوکن عمری۔
- ۱۰- عربوں کی جہاز رانی لیسید سلمان ندوی۔
- ۱۱- عہد سلف محمد مرتضیٰ۔
- ۱۲- مولوی عبدالقادر لیسید نصیر الدین الہاشمی۔
- ۱۳- شخصیت و ادبی خدمات لاطروحہ۔
- ۱۴- عروج سلطنت انگلشیہ۔
- ۱۵- تاریخ دکن لیوسف حسین خان۔
- ۱۶- تاریخ دکن لاقترینائی و جلیل مانک پوری۔
- ۱۷- تاریخ دارالعلوم لنصیر الدین الہاشمی۔

بارکس کے حضرمی علماء کی فقہی خدمات

مولانا عبداللہ بن عبدالرحیم بانعیم

سرسری خاکہ:

شہر حیدرآباد کے محلوں میں ایک مشہور محلہ 'بارکس' ہے۔ نظام حیدرآباد آصف جاہ ششم نواب میر محبوب علی خاں نے اپنی فوج میں ایک عرب رجمنٹ نظم جمیعتہ محبوب (NJM) کے نام سے ۱۸۹۰ء کے اواخر میں قائم کی، اس رجمنٹ میں خالص یمنی تارکین وطن کو بھرتی کیا گیا، ان کی رہائش کے لئے چار مینار کے جنوب میں تقریباً ۸ کلومیٹر دور فوجی بیرکس (Biarakas) بنائے گئے۔ آج بھی یہ علاقہ موجود ہے البتہ کثرت استعمال سے 'بارکس' کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے، یہاں کی آبادی تقریباً سو لاکھ افراد پر مشتمل ہے، جس کی ۹۰ فیصد تعداد یمنی تارکین وطن عرب نژاد ہے، یہاں یمن و حضرموت کے ۵۰۰ سے زائد قبائل آباد ہیں۔ سادات و حجاب کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، ان کی اکثریت شافعی المسلک ہے، یہاں اس حقیقت کے اظہار میں کوئی مبالغہ نہیں کہ بارکس ملک کا وہ واحد علاقہ ہے، جہاں ایک ہی جگہ اتنی بڑی تعداد میں عرب آباد ہیں، اس پس منظر میں یہاں عربوں کی طرز زندگی، رہن سہن اور شجاعت و دلیری اپنی مخصوص تہذیب و ثقافت کی علیحدہ دار ہے، یہی وجہ ہے کہ یہاں کا رابطہ یمن و سعودی عرب سے بہت گہرا، مضبوط اور مستحکم ہے۔ اس سلسلہ میں یہاں ”الجمالیۃ الیمینیۃ“ قائم ہے جو اس رابطہ کے لئے اہم اور نمایاں رول ادا کر رہی ہے۔

قیام بارکس کے ساتھ ہی یمن و حضرموت کی مختلف وادیوں سے عربوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا، ان میں اہل علم اور صاحب نسبت بزرگ بھی تھے۔ جنہوں نے دکن کے علماء سے

استفادہ کیا اور درس و تدریس، افتاء و خطابت کے ذریعہ قوم کی دینی و علمی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔ (جزاہم اللہ خیر الجزاء) فوج میں مستقل ایک دینی مدرسہ تھا، جس میں فوجیوں کے بچے تعلیم حاصل کرتے تھے، یہاں کے علماء حیدرآباد کی معروف جامعہ، ”جامعہ نظامیہ“ میں تدریسی خدمات انجام دیتے تھے۔ بارکس کے باتوفیق طلبہ ان حضرات سے وہاں جا کر استفادہ کرتے تھے۔ ذیل کی سطور میں انہی نابغہ روزگار میں سے بعض کا تذکرہ پیش ہے، یہاں یہ وضاحت مناسب ہوگی کہ ”بارکس“ حیدرآباد کی تاریخ و تہذیب کا ایک اٹوٹ حصہ ہے، جس کے بغیر شہر کی تاریخ اور اس کے سابقہ حکمرانوں کی داستان ناقص و ادھوری رہے گی۔ ظاہر ہے کہ موجودہ دور کی ترقیوں اور تبدیلیوں نے شہر کی تہذیب و ثقافت کو متاثر کیا ہے وہیں بارکس بھی اس کے اثرات کا خاموش گواہ بن کر رہ گیا ہے۔

فقیہہ بارکس مفتی الشافعیہ معلم با خطابؒ (م ۱۹۵۰ء):

عالم و فاضل فقیہ و مفتی حضرت علامہ الشیخ صالح بن علامہ الشیخ سالم بن صالح با خطابؒ آپ علامہ شیخ سالم با خطابؒ کے چھوٹے فرزند ہیں۔

ولادت: آپ کی پیدائش ۱۳۲۴ھ میں بارکس حیدرآباد میں ہوئی۔ آپ والد کی حسن تربیت میں پروان چڑھے گھر میں علم کا چرچا تھا۔ ابتداءً تعلیم والد ماجد علامہ شیخ سالم با خطابؒ (م ۱۳۵۰ھ) سے حاصل کی، اس کے بعد ”جامعہ نظامیہ“ میں داخل ہوئے اور اکابر علماء سے مختلف دینی علوم و فنون میں استفادہ کر کے ۱۳۴۵ھ میں صرف ۲۱ سال کی عمر میں سند فراغت حاصل کیا۔

اساتذہ: بچپن میں آپ نے اپنے والد شیخ سالم با خطابؒ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی جب جامعہ نظامیہ میں داخل ہوئے تو مولانا عبدالکریم افغانی صاحب (م ۱۳۴۳ھ) شیخ الحدیث مولانا یعقوب (ت ۱۳۵۲ھ)، حضرت مفتی رکن الدین صاحب (م ۱۳۴۷ھ) جیسے اکابر علماء و مشائخ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

تدریس: فراغت کے بعد جامعہ نظامیہ ہی سے بحیثیت مدرس تدریسی خدمات کا آغاز کیا اور جلد ہی اپنے والد کی طرح شیخ المعقولات کے عہدہ پر ترقی حاصل کی۔ نیز آپ کو ناظم کتب خانہ کی

ذمہ داری بھی تفویض کی گئی۔ علاوہ ازیں نظم جمعیتہ محبوب (NJM) کے مدرسۃ الشافیہ میں آپ نے صدر المدرسین اور مفتی شوافع کی حیثیت سے سرکاری مفتی کی بھی خدمات انجام دیں۔ خطیب مکہ مسجد مولانا سید محمود افغانی صاحب کی نیابت میں آپ مکہ مسجد میں جمعہ بھی پڑھاتے تھے۔

بعض حالات کے پیش آنے پر آخری وقت میں آپ بارکس سے مدرسہ نظامیہ کے قریب ”گول پورہ“ محلے میں منتقل ہو گئے تھے۔ یہیں آپ نے ۱۳۷۴ھ ۱۹۵۰ء کو بعمر ۵۰ سال داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جنازہ مکہ مسجد میں ادا کی گئی اور جنازہ بارکس تک پیدل لایا گیا، ہزاروں لوگوں نے شرکت کی اور بارکس کے بڑے قبرستان میں اپنے والد کے پڑوسی دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمة واسعة۔

تالیفات: الفتح المبین والجوهر الحسین علی الدر الثمین

یہ کتاب دراصل علامہ باخطابؒ نے اپنے والد کی عربی تالیف الدر الثمین کا اردو میں ترجمہ کر کے مرتب کی ہے۔ مکتبہ اشرفیہ سے شائع ہوئی ہے۔

فتاویٰ: حضرت علامہ کے سیکڑوں عربی اور اردو کے فتاویٰ ہیں، جو آج تک طبع نہیں ہوئے۔ ان میں سے بعض کی نقولات راقم کے پاس ہے، اس پر کام شروع کیا گیا ہے۔ ان فتاویٰ اور قضایا سے علامہ باخطابؒ کی فقاہت اور علمی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ تحریر نہایت صاف وشستہ اور اسلوب سادہ اور مضبوط ہوتا ہے، بعض میں ”مصادر الاحکام الشرعیة“، للتعطیلؒ کا حوالہ ملتا ہے۔

آپ کی تیسری تالیف ’سیرۃ الامام الشافعی‘ عربی میں مطبوعہ ہے۔ اس کا اردو ترجمہ آپ کے شاگرد مولانا خواجہ شریف صاحب (موجودہ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ) نے کیا ہے، یہ کتاب پہلے حیدرآباد سے شائع ہوئی۔ ابھی دو سال پہلے بمبئی سے بھی شائع ہوئی ہے۔

اس کے علاوہ آپ نے بحر العلوم مولانا عبدالقدیر صدیقی (سابق پروفیسر دینیات عثمانیہ یونیورسٹی) کی دو کتابوں کا عربی ترجمہ کیا ہے: (۱) الارشاد والعون الی شجرة الکون (۲) النفعہ الایمانیة والمنحة الربانیة۔ یہ دونوں کتابیں عزان جابری نے شائع کی تھیں۔

نیز مولانا مناظر احسن گیلانی کی ”الدین القیم“ کی تعریف علامہ با خطابؒ نے کی تھی۔ جو آج بھی مخطوط ہے۔

علامہ با علوی الحسینیؒ:

حبیب ابو بکر بن عبد الرحمن بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عیدروس بن علی بن محمد بن شہاب الدین احمد العلوی الحسینی رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ ۱۲۶۲ھ کو ترم (حضرموت) میں پیدا ہوئے، آپ نے اپنے وقت کے اساطین علم سید عمر الحضار، حسن بن حسین الحداد العلوی، الشیخ علی بن عبد اللہ بن شہاب الدین احمد العلوی، حامد بن عمر بافر ج العلوی، الحبیب محسن بن السقاف العلوی، الصوفی الشیخ احمد بن محمد الحضار العلوی، المحقق محمد بن عبد اللہ باسودان الکندی وغیرہ حضرات سے تعلیم حاصل کی، ۱۲۸۶ھ کو حج کے لئے گئے۔ یہاں ایک لمبی مدت تک قیام کیا اور شیخ فضل باشاہ علوی اور شیخ مشائخ الحجاز سید احمد زینی دحلان سے استفادہ کیا۔ پھر دوبارہ ترم آ گئے اور ۱۲۸۸ھ میں عدن گئے پھر یہاں سے جاوا (انڈونیشیا) گئے۔ اس کے بعد وطن واپس آ کر دعوت و ارشاد اور تدریس و تبلیغ کا فریضہ ۱۲۹۲ھ تک انجام دیا، اس کے بعد ۱۲۹۴ھ کو ہندوستان کا رخ کیا، حیدر آباد آئے اور جامعہ نظامیہ میں مدرس ہو گئے۔ ایک لمبے عرصے تک یہاں علمی خدمات سے جڑے رہنے کے بعد ۱۳۳۴ھ کو آپ دوبارہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ ترم واپس چلے گئے اور اس کے بعد پھر آپ ۱۳۴۰ھ کے آس پاس حیدر آباد واپس آئے، کچھ دن رہنے کے بعد بروز جمعہ ۱۳۴۱ھ ۱۰ جمادی الاولیٰ آپ کی وفات ہوئی اور مسجد برق جنگ میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمة واسعة۔

تالیفات:

۱- الریاق النافع بایضاح وتکملة مسائل جمع الجوامع۔

یہ کتاب اصول فقہ میں علامہ با علویؒ کی نہایت اہم اور محرکتہ الّا راتالیف ہے۔

ابتدایوں ہے ”نحمدک اللہم حمداً لا یخرج بفضلک عن دائرة القبول ونضرع إلیک فی تیسیر الوصول إلی شمس مراتب الأصول۔“
اس کا ایک قلمی نسخہ قاہرہ کے کتب خانہ ازہریہ میں ہے جس کا نمبر (۲۰۲/۱۱۱۳۴) ہے۔
اس کتاب کی پہلی مرتبہ اشاعت حیدرآباد کے مشہور ادارہ ”دائرة المعارف العثمانیہ“ سے ۱۳۱۷ھ میں ہوئی۔

۲۔ دوسری تالیف لطیف، ”ذریعة الناهض إلی تعلم الفرائض“ منظوم ہے۔
جس میں ۱۵ فصلیں اور ۲۰۵ بیت (اشعار) ہیں۔ جس کو آپ نے ایک ہی رات میں نظم فرمایا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ آپ ایک درس میں اپنے رفقاء کے ساتھ شریک تھے، انہیں اونگھ آگئی، کسی نے اس پر ان کو ٹوکا، اس پر انہوں نے درمیان کے درس کی بحث کو من وعن بیان کر دیا۔ اور پھر اگلی صبح وہ اپنے اس منظوم کے ساتھ آگئے (جمہور فقہاء ۲/۱۰۹۳)۔

یہ رسالہ مطبوعہ ہے، اس کی شرح علامہ سید علی بن قاسم العباسی الحسنی (م ۱۳۰۰ھ ملکیار) نے ”الفرات الفانض علی حدائق ذریعة الناهض إلی تعلم احکام الفرائض“ کے نام سے کی ہے۔ یہ شرح مطبع عثمان قاہرہ سے رمضان ۱۳۰۳ھ میں چھپی ہے۔

۳۔ فتوحات الباعث بشرح تقریر المباحث فی احکام إرث الوارث یہ علامہ محمد بن عبد اللہ باسودان کی متن تقریر المباحث کی شرح ہے۔ یہ بھی کتاب دائرة المعارف سے ۵ رمضان ۱۳۱۷ھ کو چھپی ہے۔ علاوہ ازیں آپ کے دیگر تالیفات ۳۰ ہیں۔

سلطان مکرل حضرت علامہ القعیطیؒ (۱۳۷۵ھ):

آپ کا پورا نام سلطان صالح بن سلطان غالب بن سلطان عوض بن عمر بن عوض بن عبد اللہ القعیطی الیافعی الحضرمی ہے۔ آپ ایک عالم جلیل اور فقیہ نبیل کے ساتھ ساتھ سلطان مکرل و حضرت نواب سیف نواز جنگ کے نام سے بھی مشہور و معروف رہے ہیں۔ آپ کی پیدائش تیرہویں صدی کے اواخر میں تقریباً ۱۳۹۵ھ کو حیدرآباد میں ہوئی، یہاں آپ نے اپنے والد کی نگرانی میں ابتدائی تعلیم

حاصل کی۔ ہائی اسکول کی تعلیم کے بعد آپ نے جامعہ نظامیہ میں داخلہ لیا اور یہاں کے علماء و مشائخ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ بالخصوص علامہ جلیل حضرت سید ابوبکر بن عبد الرحمن ابن شہاب الدین باعلوی الحسینی (م ۱۳۴۱ھ) سے خوب علمی استفادہ کیا۔ حضرت علامہ باعلوی نے ایک انتہائی نادر الفن کتاب ”رفع الخط عن مسألة الضخط“ اپنے شاگرد رشید ہی کے اصرار پر تالیف کی۔ (مذکورہ کتاب میں موسیٰ اور فضائی دباؤ کے لئے جدید طریقوں سے معلومات اور جدید آلات کی تحقیق ہے) چونکہ آپ کے دادا سلطان عوض بن عمر القعیطی نے حیدر آباد سے یمن جا کر مکہ اور حضرموت پر ”الدولة القعيطية“ کے نام سے ایک نئی باضابطہ حکومت قائم کی تھی، اس لئے ان کی عین خواہش تھی کہ ان کا یہ پوتا علوم جدیدہ کو حاصل کرے۔ چنانچہ دینی و عصری علوم کے ساتھ ساتھ فنون سپہ گری، فوجی تنظیم، عصری ایجادات اور ملکی حالات و سیاسیات میں آپ نے خاص دلچسپی لی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ NJM سے منسلک ہوئے اور بہت جلد اپنی دیدہ دلیری سے ”سیف نواز جنگ“ کا خطاب حاصل کیا۔ آپ بیک وقت ایک طرف اچھے عالم دین، صاحب قلم مؤلف اور جدید فنون میں ماہر و ممتاز تھے۔ آپ کے علمی مقام کا عرب علماء نے نہ صرف اعتراف کیا ہے بلکہ بڑے وقیع انداز میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ جس سے آپ کے علمی شجر، جودت طبع، قدیم علوم میں دستگاہ کے ساتھ ساتھ جدید فنون کے سلسلہ میں وسعت فکر کا اندازہ ہوتا ہے۔ مورخ یمن سعید باوزیر نے آپ کو اپنے عہد کے ہندوستان کے اکابر علماء میں شمار کیا ہے (الفکر والثقافة ص: ۲۵۵)، نیز علامہ ناخبی نے آپ کی علمی منزلت کے بارے میں کہا ہے کہ یہ بات خود ایک مستقل تالیف چاہتی ہے (جمود فقہاء حضرموت للہا ذیہ ۱/۲ ص: ۱۱۸۶)۔

یہی وجہ ہے کہ آپ نے خود کو سلطان شخصیت سے زیادہ علم اور ادب نو ازی سے اصلاح و تربیت اور نظام مملکت میں متعارف کروایا ہے، چنانچہ آپ کی عین خواہش ہر شعبہ حیات میں اصلاح و تربیت کی ہوتی بالجملہ علماء و اساتذہ کے قدیم رواجی درس و تدریس کو بھی ممکن حد تک بدلنے کی فکر کرتے بلکہ برملا ٹوکتے کہ لوگ صرف ابن حجرؒ اور ربیعؒ کے اقوال کو کافی سمجھ لیتے ہیں حالانکہ علم فقہ، استدلال اور ادلہ شرعیہ سے استنباط احکام کے لئے ہے۔

وفات: آپ کی وفات ۱۸ شوال ۷۵۷ھ کو عدن میں ہوئی۔ (رحمہ اللہ وغفرلہ)۔

فقہی خدمات: آپ کی سب سے مشہور تالیف ”مصادر الاحکام الشرعیہ“ ہے۔ جو البیلے انداز اور التزام دلیل کی بنا پر آپ کی اہم تالیف شمار کی جاتی ہے۔ فاضل علامہ نے ایک اصولی اور پر مغز مقدمہ سے اس کی ابتداء کی ہے اور اپنے فکر و نظریہ کے تحت مذہب معین کی تقلید کو غیر واجب قرار دیا ہے اور سبب تالیف یہ ذکر کیا ہے کہ آج کل قرآن و حدیث سے حد درجہ استنباط مسائل کے سلسلہ میں دوری اختیار کی جا رہی ہے، بلکہ یہ کہا جا رہا ہے کہ ”اجتہاد کا زمانہ گزر گیا اور قرآن و حدیث صرف برکت و نصیحت کے لئے پڑھی جا رہی ہے، اس لئے مجھے خیال ہوا کہ ایسی کتاب لکھوں جو علوم شرعیہ کی طرف طلبہ کے ذہنوں کو قریب کر سکے۔“

مصادر و مراجع: علامہ قعیطیؒ نے اس کتاب کو علامہ شوکانیؒ کی ”نیل الاوطار“ کو سامنے رکھتے ہوئے مرتب کئے ہیں۔

یہ کتاب پہلے دائرۃ المعارف حیدرآباد سے ایک ساتھ شائع ہوئی تھی، جس کا ایک نسخہ جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ (راقم نے اس کا مطالعہ کیا ہے) دوسری مرتبہ تین جلدوں میں مصر سے شائع ہوئی۔ پہلی جلد دارالکتب العربی سے اور دوسری و تیسری جلد مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلی سے ۱۹۵۰ء میں شائع ہوئی۔

علامہ قعیطیؒ کی اس کتاب پر علامہ السید حسین بن محمد بن الشیخ ابی بکر (م ۱۴۲۳ھ) نے نقد و جرح کی ہے۔

علامہ قعیطیؒ کی دوسری تالیف ”مبحث وجوب التعبد بالاحاد“ ہے جس میں آپ نے عبادت کے مسائل میں خبر واحد سے استدلال پر بحث کی ہے۔ یہ رسالہ عدن کے مطبعۃ الکمال سے جمادی الاولیٰ ۱۳۷۰ھ ۲ فروری ۱۹۵۱ء ۴۵ صفحات میں شائع کیا گیا ہے، نیز اصول فقہ اور القانون الشرعی رسالے بھی علامہ قعیطیؒ کی فقہی کاوشیں ہیں جو مکتبۃ الاحقاف ترمیم میں مخطوطے کی شکل میں موجود ہیں۔

علامہ شیخ عبدالقادر بارقہ العمودی (۱۳۷۵ھ):

آپ عالم جلیل فقیہ نبیل شیخ عبدالقادر بن محمد بارقہ العمودی الحضرمی ہیں۔

آپ کے حالات زندگی پر تحقیق جاری ہے۔ آپ کے تالیفات میں صرف ایک کتاب تاحال دستیاب ہوئی ہے۔

ضوالطشافعیہ: یہ آپ کا ایک کا مختصر سا اردو میں منظوم رسالہ ہے۔ جو ابتدائی طلبہ کو بنیادی مسائل حفظ کرنے کے لئے ”حمد باری“ کی طرح مرتب کیا ہے۔ ۳۸ فصلوں پر مشتمل جملہ ۱۴۵۶ ابیات ہیں۔ ابتدا احمد و نعت کے بعد ارکان ایمان و اسلام سے اور خصال فطرت پر ختم ہے۔ اس کا سال ترتیب ۱۲۸۴ھ ہے جس کی خود اس کے نام ”ضوابط شافعیہ“ سے تاریخ نکلتی ہے۔ جس سے مؤلف مرحوم کے ادبی ذوق اور فن میں مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ رسالہ مصنف کی حیات میں چھپا تھا۔ دوبارہ ۱۴۰۹ھ میں مرحوم عزان بن عبود الجابری صاحب کی کوشش سے مکتبہ اشرفیہ سے ۴۰ صفحات میں شائع کیا گیا۔ جس پر امیر جامعہ نظامیہ مولانا سید حبیب اللہ قادری (رشید پاشاہ) کا مقدمہ ہے۔ لکھتے ہیں کہ یہ دیکھ کر مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ فقہ شافعی میں..... ایک رسالہ ”ضوابط شافعیہ“ کے نام سے سوا سو سال پہلے بزبان اردو منظوم کیا گیا ہے۔ اگر یہاں اصحاب شوافع خصوصاً بارکس والے پوری دلچسپی لیں اور اپنے صبا جی و مسائی مدارس میں اسے داخل نصاب کر کے بچوں کو زبانی یاد دلائیں تو علم دین کی بڑی خدمت ہوگی۔ ایک قلیل مدت میں کم عمر بچہ اس کو از بر کر لے گا اور عمر بھر کے ضروریات دین کی حد تک خود مکمل ہو جائے گا۔

ماہر فلکیات علامہ محسن بن علوی (ز ۱۳۱۲ھ) مذکورہ سنہ میں آپ با حیات تھے:

آپ علامہ سید محسن بن علوی بن عبد اللہ بن عیدروس بن الشیخ ابی بکر بن سالم با علوی الحسینی الحضرمی ہیں۔ ماہر فلکیات و اوقات اور عالم با عمل صوفی و فقیہ ہیں۔ آپ کی جائے پیدائش ”عنایت“ حضرموت ہے (جہو و فقہاء حضرموت للہا ذیہ ۱۰۱۰ء)۔

آپ کے حالات کی کہیں تفصیل نہیں ملی۔ تاہم اتنا کہا جاسکتا ہے کہ آپ حضرموت سے

حیدر آباد تشریف لائے، آپ سے آپ کے صاحبزادے السید حسین بن محسن نے خوب علمی و فقہی استفادہ کیا۔ علامہ نے اپنی اردو تالیف اپنے فرزند کی خواہش پر فرمائی۔

تالیفات: جامع المہام من مذهب الشافعی فی الاحکام لنفع الاولاد والعوام علامہ محسن باعلویٰ کی یہ اردو تالیف ہے، کیا ہے۔

اس کتاب میں چار فصلیں ایک مقدمہ، دس باب اور ایک خاتمہ ہے۔ جس میں اخلاق و تصوف کے مبادیات شامل ہیں (چودھوا حضرت موت للباذیب ۲/۱۰۱۲)۔

اردو میں ہونے کے باوجود کتاب انداز بہت قدیم اور زبان قدرے ثقیل ہے، اس لئے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہنی چاہیے کہ یہ ایک عرب عالم کی املائی کاوش ہے۔ جو آج سے ۱۵۵ سال پہلے تالیف کی گئی ہے۔

مؤلف کی دوسری کتاب: ”النفع الدائم للمصلی والصائم فی اختلاف الواسم“ ہے یہ ایک مختصر رسالہ ہے، جو اوقات صلوٰۃ، جدول، طلوع شمس اور حیدر آباد دکن و اکناف کے طول، بلا عرض بلد، اسی طرح حضرت موت وغیرہ کو سامنے رکھ کر ترتیب دیا گیا ہے۔ ۱۷/۱۲ رجب ۱۳۱۲ھ کو فاضل مؤلف نے اس کا املا مکمل کرایا ہے۔ (اس کے تین نسخے ہیں) اس کی طباعت مطبع ”عزیز دکن حیدر آباد“ سے شعبان ۱۳۱۲ھ کو جناب ناصر محمد ولد شیخ محمد دکنی صاحب ساکن چارکمان حیدر آباد کی دلچسپی اور مؤلف کی اجازت سے ۳۹ صفحات میں ہوئی ہے۔

حبیب عبداللہ بن احمد الممدنج الحضر می الشافعی:

آپ ۱۳۱۱ھ میں حضرت موت کے ایک علاقہ ریدۃ العلیب میں پیدا ہوئے۔ ۱۲ سال کی عمر میں آپ کے والد آپ کو السید سالم البیض کے ساتھ تحصیل علم کے لئے رباط محمد بن مسلم روانہ کئے۔ یہاں انہوں نے شیخ عبداللہ بن طاہر باوزیر سے مدعا بیان کیا، انہوں نے جواب دیا ہم کیسے ان کو علم دین سے آراستہ نہیں کریں گے، حالانکہ یہ تو سادات گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس وقت حضرت موت میں متون کا حفظ کر لینا ابتدائی تعلیم کے لئے ضروری تھا، چنانچہ آپ نے ابن رسلان کی

مريد الفیہ ابن مالک اور لامیۃ الافعال، متن الاجرومیۃ و قطر الندیٰ کو حفظ کیا۔ اس کے بعد ترمیم آئے اور یہاں سید عمر الشاطری اور سید عبداللہ الشاطری سے استفادہ کیا۔ مختلف حالات کے بعد پھر آپ نے ہندوستان کا رخ کیا، عثمان آباد آئے یہاں سے پیدل چل کر ۲۰ دن میں حیدر آباد آئے۔ یہاں آپ نے جمعدار صلاح بن احمد کے پاس قیام کیا۔ اگلے دن وہ سعید الاحمری کے ساتھ مولانا انوار اللہ فاروقی کے پاس مدرسہ جامعہ نظامیہ آئے۔ حضرت نے پوچھا کیا یہ آپ کا بیٹا ہے انہوں نے کہا نہیں یہ تو سید ہیں اس پر انہوں نے کہا کہ آپ ان کو کیوں مدرسہ میں نہیں ڈالتے اتنا سنتے ہی حبیب صاحب نے مدرسہ نظامیہ میں داخلے کی درخواست پیش کر دی۔

اس وقت نظامیہ کے ہی فاضل شیخ محمد العبادی، فقہ شافعی کے مدرس تھے اور منہاج الطالبین پڑھاتے تھے۔ حبیب صاحب نے ان سے استفادہ کیا ان کے بعد معلم با خطاب سے آپ نے جمع الجوامع پڑھی۔ فراغت کے بعد حبیب صاحب جامعہ نظامیہ ہی میں فقہ شافعی کے مدرس ہو گئے اور کئی سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ بعد ازاں وہ دائرۃ المعارف کے مصحح بھی رہے۔ یہاں آپ نے بہت ساری کتابوں کی تصحیح تعلیق و تحقیق کی۔ دائرہ کی علمی و تحقیقی خدمات نے آپ کو بہت مشہور کیا، چنانچہ ۱۹۷۶ء میں صدر جمہوریہ کی جانب سے آپ کو Certificate of Hounor in Arabic کا شہادت دیا گیا۔ اسکالرس آپ سے استفادہ کرتے آپ فقہ شافعی کے مفتی بھی تھے۔ مولانا ابوالوفا افغانی کے قائم کردہ مجلس احیاء المعارف العثمانیہ کے آپ رکن رہے۔ ۱۹ صفر ۱۴۰۷ م ۴ نومبر ۱۹۸۶ء کو آپ کی وفات ہوئی اور حیدر آباد ہی میں درگاہ شجاع الدین کے احاطہ میں دفن ہوئے۔ تلاش بسیار کرے باوجود آپ کی کوئی تالیف نہیں ملی۔ آپ عربی اور اردو کے قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ مولانا انوار اللہ خاں فاروقی کی وفات پر آپ نے ایک عربی مرثیہ بھی لکھا تھا (علماء العربیۃ و مساهما تہم فی الادب العربی فی العهد الاصفحاحی (۳۲۰))۔

کیرالہ کے اہم مدارس - ایک تعارف

مفتی اسماعیل بن ابراہیم کیرالوی ☆

کیرالہ ہندوستان کا وہ حصہ ہے جہاں صحابہ کرام کے مقدس قدم دعوت و تبلیغ اور خدمت دین کی خاطر پڑے، اس کے علاوہ زمانہ ماضی میں بیرون ممالک سے بھی طالبان علوم نبوت دینی علوم کے حصول کی خاطر سرزمین کیرالہ کی طرف اپنا رخت سفر باندھا کرتے تھے، اس اعتبار سے کیرالہ کا سب سے پہلا دینی ادارہ حضرات صحابہ کرام کی ذات مقدس کی طرف منسوب ہے، صحابہ کرام نے سرزمین کیرالہ اور اطراف کیرالہ میں دعوت و تبلیغ اور دین کے خاطر تقریباً دس مساجد کی تعمیر کرائی اور ان مساجد میں علمی حلقے شروع کئے، ان مساجد میں سب سے عالیشان مسجد فانی کی جامع مسجد ہے، مشہور عالم دین علامہ زین الدین جو شافعی مذہب کی ایک معتمد کتاب ”فتح الموعین“ کے مصنف ہیں، اسی جامع مسجد میں درس دیا کرتے تھے، ان کے علاوہ ان کے استاذ محترم اور فقہاء شوافع میں ایک عظیم الشان حیثیت کے مالک علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس مسجد میں چند ماہ درس و تدریس کی خدمت انجام دی ہے، تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ کیرالا کے قدیم علماء کرام نے خدمت دین کے لئے مسلسل جدوجہد کی ہے، جس کے نتیجے میں عربی کتابوں کے مخطوطات کا ایک بڑا ذخیرہ آج بھی کیرالا کے ضلع مالاپورم کے چالیم کتب خانے میں موجود ہے۔

مرکز الثقافتہ السنیۃ الاسلامیۃ :

یہ کیرالہ کی عظیم دینی درسگاہ ہے اور مشہور شہر کالی کٹ سے ۱۳ کلومیٹر کے فاصلہ پر مقام

☆ خادم مدرسہ باقیات الصالحات تحفیز القرآن، مندل چامناڈ، کاسارگود، کیرالا۔

کارنور میں واقع ہے۔

جامعہ کاسنگ بنیاد شیخ ابوبکر احمد کی ایماء پر مشہور عالم دین علامہ سید احمد بن علوی المالکئی کے ہاتھوں اپریل ۱۹۴۸ء میں عمل میں آیا۔

مکتبہ فکر: سنی عقیدہ، شافعی فقہ
مقصد تعمیر:

اسلام کی بقاء اور معاشرتی تشکیل، نیز ملک و ملت میں اتحاد و اتفاق کی دعوت و تبلیغ کرنا اور علوم و فنون کی ترویج و اشاعت کے ساتھ ساتھ یتیم و غریب اور نادار بچوں کی کفالت و تربیت کرنا۔
فی الحال جامعہ میں ہندوستان کے مختلف ریاست اور بیرون ممالک مثلاً سعودی عرب، امریکہ، افریقہ، چین، ملیشیا، سنگاپور اور نیپال کے تقریباً دس ہزار سے زائد طلبہ و طالبات تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

اہم شعبے:

معہد اعدادی، معہد ثانوی، شریعہ کالج، عربی کالج، کالج آف اسلامک اسٹڈیز، شعبہ تخصص، شعبہ اردو، گلوبل ویج، مدرسہ تحفیظ القرآن، یتیم خانہ طلبہ و طالبات، سیکنڈری اسکول، مہاتر سیکنڈری اسکول، گرلز ہائی اسکول، انگلش میڈیم، برانچ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی وغیرہ۔

جامعہ حسنیہ (کامیم کلم):

جامعہ حسنیہ کی بنیاد ۱۹۴۸ء میں رکھی گئی جس کی ابتداء ایک مسجد سے کی گئی، اس کے بعد ۱۹۸۰ء میں اس کو مستقل مدرسہ کی شکل دی گئی اور ایک نئی عمارت تعمیر کی گئی۔

بانی جامعہ حسینیہ: حاجی حسین بن یعقوبؒ
مکتبہ فکر: مسلک دیوبندی (حنفی)

اہم شعبے: کلیۃ الشریعہ: یہ آٹھ سالہ کورس ہے جس میں حنفی اور شافعی فقہ کی کتابیں زیر نصاب ہیں، مثلاً نور الایضاح، عمدۃ السالک، مختصر القدوری، فتح المعین، شرح الوقایہ، کنز الراغبین، الہدلیۃ وغیرہ اس کے علاوہ اصول فقہ کی کتابیں بھی زیر نصاب ہیں: جیسے شرح الورقات، اصول الشاشی، نور الایضاح، الجمع الجوامع وغیرہ، اسی طرح عالمیت کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اردو، عربی اور انگریزی بھی پڑھائی جاتی ہے۔

دار الہدی اسلامک یونیورسٹی۔ چماڑ، ضلع مالا پورم:

دار الہدی اسلامی یونیورسٹی کیرالا کا ایک مشہور دینی ادارہ ہے جس کی بنیاد ضلع مالا پورم قصبہ چماڑ میں ۱۹۸۳ میں سنی کیرالہ جمعیت علماء کے بعض اہم شخصیتوں کے ہاتھوں رکھی گئی، ۲۰۰۹ء میں اس اکیڈمی کو یونیورسٹی کی حیثیت حاصل ہوئی۔

مقصد تاسیس: ہندوستان میں انگریزوں کی آمد کی بنا پر جو نظام تعلیم درہم برہم ہوا اس نظام تعلیم کے دینی عصری انقسام کو ختم کر کے دینی و دنیوی تعلیم کو ایک ساتھ حاصل کر کے اپنے دور کے تقاضوں کو سمجھنے کی صلاحیت رکھنے والے افراد کو تیار کرنا۔

جامعہ کا نصاب تعلیم:

جامعہ کا تعلیمی نصاب بارہ سالہ کورس ہے، اس میں قرآن، حدیث، علوم حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقیدہ، نحو، صرف، منطق، تجوید، تصوف، اسرار دین، اسلامی اور عالمی تاریخ، حساب، سائنس، سماجی علوم، سائیکولوجی، جغرافیہ، معاشرتی علوم اور تقابلی ادیان وغیرہ موضوعات نیز عربی، اردو، انگریزی، فارسی اور ملیالم کے ساتھ کمپیوٹر کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

اہم خدمات:

کیرالہ کے صباچی مکاتب کی ترقی میں جامعہ کے فارغین اہم کردار ادا کر رہے ہیں، نیز

جامعہ سے ایک مستقل مجلہ بھی نکلتا ہے اور ساتھ ہی جامعہ کی ایک ویب سائٹ بھی ہے، جس کے ذریعہ فتاویٰ اور اہم قضیات میں فیصلہ بھی دیا جاتا ہے، اس کے علاوہ نشر و اشاعت میں بھی جامعہ کی محنت اور جدوجہد قابل ذکر ہے۔

جامعۃ دار السلام الاسلامیہ (ہندی) کالی کٹ:

جامعہ کی بنیاد ۱۹۷۶ء میں رکھی گئی، جس کے بانی مرحوم محمد مسلیار ہیں۔

مکتبہ فکر:

سنی، شافعی۔

اہم شعبے:

۱۔ جامعہ دار السلام الاسلامیہ، یہ بنیادی شعبہ ہے، اس سے فارغ التحصیل کو ”مولوی فاضل داری“ کی سند دی جاتی ہے، اب تک جامعہ سے تقریباً چار ہزار علماء فارغ ہو کر اطراف کیرالا میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

۲۔ یتیم خانہ، ۳۔ التخصّص فی الفقہ الاسلامی، یہ ایک سالہ کورس ہے، جس میں شافعی مذہب کی معتمد کتاب ”تحفۃ المحتاج“ کو ایک سال میں آٹھ حصوں میں منقسم کر کے پڑھایا جاتا ہے، اس کورس کو مکمل کرنے والے طالب علم کو ”یتیمی“ کی سند دی جاتی ہے۔

۴۔ کلیۃ الدعوة دار السلام، ۵۔ دار السلام جو نیئر کالج، اس میں دنیوی تعلیم کے ساتھ حفظ قرآن بھی کرایا جاتا ہے۔

۶۔ تحفیظ القرآن: اس میں تجوید و ترتیل کے ساتھ حفظ کرایا جاتا ہے۔

۷۔ دار السلام اکیڈمی: یہ بارہ سالہ کورس ہے جس میں بارہ سال سے کم عمر کے بچے کو داخلہ دیا جاتا ہے۔

مقاصد: اس ادارہ کا بنیادی مقصد اسلام کی بقاء اور سنی عقیدے کو عام کرنے، نیز دینی

و دنیوی علوم میں واقفیت رکھنے والے علماء کو تیار کرنا اور ساتھ ساتھ غریب اور یتیم بچوں کی کفایت کرنا ہے۔

جامعۃ السعدیۃ العربیۃ:

جامعہ سعدیہ ولایت کیرالہ کی ایک مشہور درسگاہ ہے، جو کاسرکوڈ سے چھ کیلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے، جامعہ کی ابتداء ۱۱ اپریل ۱۹۷۱ء کو مرحوم الحاج عبدالقادر کلزاکے گھر میں ہوئی، ۱۹۷۹ء میں سنی جمیعۃ العلماء کیرالہ نے اس کی قیادت اور سرپرستی اپنے ذمہ لے لی، جامعہ ترقی کے اس دور میں ہے کہ فی الحال جامعہ میں بیس سے زائد شعبے ہیں جن میں مختلف صوبوں میں تقریباً پانچ ہزار طلبہ زیر تعلیم ہیں۔

خدمات:

جامعہ کی خدمات میں سب سے اہم خدمت یہ ہے کہ اس میں یتیم طلبہ و طالبات کو دینی و دنیوی علوم سے آراستہ کیا جاتا ہے، اور ان کی تمام ضروریات زندگی مثلاً قیام و طعام، لباس، علاج اور کتاب و قلم ہر چیز کی کفالت جامعہ کرتی ہے، اس کے علاوہ ان طلبہ میں سے جو ذہین اور اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوتے ہیں ان کے لئے جامعہ کی کمیٹی کی جانب سے میڈیکل اور انجینئرنگ کورس میں داخلہ کا موقع اور سہولت بھی فراہم کی جاتی ہے۔

اہم شعبے:

شرعیہ کالج جس کا معادلہ انٹرنیشنل یونیورسٹیوں سے ہے، مثلاً جامعہ ازہر، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی وغیرہ، دعوت اسلام کے خاطر ان کے تمام لازمی امور کا خصوصاً خیال رکھا جاتا ہے۔ شعبہ تخصص فی العربیۃ: اس میں طلبہ کو موڈرن عربی اور لغت عربی میں کمال پیدا کرنے کی خاطر محنت کرائی جاتی ہے

شعبہ تخصص فی الفقہ: اس میں شافعی مذہب کی معتمد اور مشہور کتاب ”تحفۃ المحتاج“ ۷

گھنٹے پڑھائی جاتی ہے اور ایک سال میں اس کی تکمیل کی جاتی ہے۔

آرٹس کالج، کامرس کالج، بنات عربک کالج، تحفیز القرآن، اسکول کے ساتھ حفظ قرآن کرنے کی تربیت، صبا جی کتب، اس میں روزانہ ایک گھنٹہ تعلیم ہوتی ہے جس میں پچاس علماء تدریسی خدمات انجام دیتے ہیں جس میں پہلی سے دسویں تک طلبہ شریک ہوتے ہیں۔

مقاصد جامعہ:

جامعہ کا مقصد یہ ہے کہ امت مسلمہ میں دینی شعور بیدار کرنے والے علماء کو تیار کیا جائے اور بچپن ہی سے طلبہ کے اندر صحیح اسلامی فکر کی ترویج اور حصول تعلیم کا ذوق پیدا کیا جائے۔

الجامعة الاسلامیہ (شانتا پورم ضلع مالا پورم)

سن قیام: ۱۹۵۵ء:

مکتبہ فکر: کیرالہ میں جماعت اسلامی کا سب سے بڑا ادارہ جامعہ اسلامیہ ہے، جامعہ کے موسس شیخ محمد علیؒ نے کیرالا کے اندر دعوت کے تقاضے کو پورا کرنے کے لئے دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم حاصل کرنے کی خاطر اس جامعہ کی بنیاد رکھی تاکہ عصری تقاضوں کے مطابق امت کو صحیح نہج پر لانے والے علماء پیدا ہوں۔

مشہور عالم دین علامہ یوسف قرضاوی سن ۲۰۰۳ء میں جامعہ تشریف لائے، اس موقع پر آپ نے اس کو اسلامک یونیورسٹی کے خطاب سے نوازا۔

اہم شعبے: سب سے پہلے جامعہ کا شعبہ ”الکلیۃ الاسلامیہ“ ہے، اس کے بعد ۱۹۸۰ میں کلیہ اسلامیہ للبنات وجود میں آئی، پھر ۱۹۹۰ء میں کلیۃ الدعوة للدراسة العليا وجود پذیر ہوئی، ۱۹۹۳ء میں کلیۃ اصول الدین کا شعبہ وجود میں آیا، اور تدریجاً ان تمام کام کے بعد ۲۰۰۳ء میں مدرسہ کو جامعہ قرار دیا گیا، ان شعبوں کے علاوہ جامعہ میں کلیۃ القرآن، کلیۃ الحدیث، تدریب ائمہ، تدریب خطباء، کلیۃ اللغة العربیۃ، کلیۃ دراسة الاقتصاد الإسلامی، مرکز التقنیۃ، مرکز الحجوث اور

الدراسات الاسلامیہ جیسے شعبے موجود ہیں۔

ان تمام شعبوں میں کل ایک ہزار تین سوطلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں۔

جامعہ کے نصاب میں فقہی کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱- منہاج الطالبین للنووی، ۲- المغنی لابن القدامہ، ۳- کنز الراغبین، ۴- بدایۃ

المجتہد، ۵- نظام الاسرۃ فی الاسلام۔

فقہی اعتبار سے جامعہ کا نظریہ یہ ہے کہ مسائل میں مذاہب کے اعتبار سے بحث نہ کی جائے بلکہ قوت دلیل کے اعتبار سے مسئلہ کو رائج قرار دیا جائے اور مسائل کو کسی بھی مذہب معین میں محدود نہ رکھا جائے۔

جامعہ کے مجلس شوریٰ میں چند اہم شخصیات قابل ذکر ہیں، مثلاً فضیلۃ الشیخ علامہ یوسف القرضاوی، الدکتور عبداللہ عمر نصیف، علی محی الدین القرہ داغی، الدکتور نجات اللہ صدیقی۔

مجمع عین المعارف اسلامک اکیڈمی، ضلع کنور:

اس ادارہ کی بنیاد ۲۰۰۳ء میں رکھی گئی جس کے بانی حافظ انس الکاشفی ہیں۔

مکتبہ فکر: دیوبند

جامعہ کا مقصد قیام: جامعہ کے مقاصد میں سے اول مقصد یہ ہے کہ کیرالا اور اطراف کیرالا میں جو بدعات اور رسومات پھیلی ہوئی ہیں، ان کو دور کرنے کے لئے باصلاحیت اور محنت کش علماء کو پیدا اور تیار کرنا۔

جامعہ کے اہم شعبے:

شعبہ عالمیت: یہ آٹھ سالہ کورس ہے، جس میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کا نصاب تعلیم نافذ ہے، جامعہ میں علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ عصری علوم کی تعلیم دسویں تک دی جاتی ہے، جس میں کمپیوٹر اور ٹائپنگ کا کورس بھی شامل ہے۔

دینی فلاحی خدمات:

جامعہ صوبہ کنور میں نہایت اعلیٰ پیمانے پر دینی و فلاحی کام انجام دے رہی ہے، جس میں فقراء و مسکین کو ہر مہینہ کچھ وظیفہ دیا جاتا ہے، اس کے علاوہ جامعہ کے طلبہ، اساتذہ کرام کے ساتھ ہر مہینہ تین دن اطراف کی بستیوں میں عوام کے درمیان دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

جامعہ منبع الانوار - ضلع کالی کٹ:

سنگ بنیاد: ۱۹۸۷ء، بانی: حاجی مصطفیٰ صاحب

مکتبہ فکر: دیوبندیت

جامعہ میں دو شعبے ہیں: پہلا شعبہ آٹھ سالہ عالمیت کورس، نیز دوسرا تحفیز القرآن۔

الجامعۃ الکوثریۃ - آلوہا - ایرنا کلم:

اس جامعہ کی بنیاد ۱۹۷۴ء میں رکھی گئی جس کے بانی مرحوم حاجی زبیر صاحب ہیں، جامعہ کی ابتداء تبلیغی مرکز مسجد نور ایرنا کولم میں ہوئی، اس کے بعد مدریسا اس کو مدرسہ کی شکل میں ”آلوہا“ منتقل کر دیا گیا۔

مکتبہ فکر: دیوبندیت

جامعہ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ مسلک دیوبند کا سب سے پہلا مدرسہ کیرالا میں وجود میں آیا، جس کی بنا پر کیرالہ کے دیگر جامعات میں حفظ قرآن کا نظم اسی ادارہ سے شروع ہوا۔

جامعہ کے شعبے:

۱- شعبہ عالمیت: یہ آٹھ سالہ کورس ہے، جس میں دینی علوم کے ساتھ عصری تعلیم دی جاتی ہے، انگریزی اور کمپیوٹر بھی سکھایا جاتا ہے، ۲- تحفیز القرآن، ۳- تخصص فی القراءت، ۴- تخصص فی

جامعہ کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں آٹھ سالہ کورس مکمل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے بیرونی کیرالہ دیگر جامعہ میں خود جامعہ کے توسل سے بھیجا جاتا ہے۔
جامعہ کے فارغین نے ”الکوثر علماء کونسل“ نامی ایک اسٹیج تیار کیا ہے جس کے ذریعہ کیرالا کے مسلمانوں میں قرآن کے درس لگائے جاتے ہیں، اور انہی فارغین کی نگرانی میں ”البلاغ“ نامی ماہنامہ رسالہ بھی شائع ہوتا ہے۔

الکلیۃ العالیۃ العربیۃ: ضلع کاسرکود:

جامعہ کی بنیاد ۱۹۴۱ء میں رکھی گئی، اس کے بانی مولوی عز الدین مرحوم ہیں جن کا شمار جماعت اسلامی کے اکابر میں ہوتا ہے۔

مقصد تعمیر:

جامعہ کی تعمیر کا مقصد یہ ہے کہ اطراف میں پھیلی ہوئی بدعات و رسومات کو ختم کرنے والے باصلاحیت علماء کو پیدا کرنا اور لوگوں کو دین حق کی طرف لانا۔

جامعہ کے اہم شعبے:

۱- کلیۃ الشریعہ: یہ سات سالہ کورس ہے، اس میں دینی علوم کے ساتھ BA, ITI, History وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔

۲- الکلیۃ العربیۃ للنساء: یہ تین سالہ کورس ہے، جس کے کرنے کے بعد افضل العلماء کی سند دی جاتی ہے، جس کے ذریعہ عصری اسکول میں عربی ٹیچر کی حیثیت سے انتخاب کیا جاتا ہے۔

۳- صباچی مکاتب: جس میں پہلی سے دسویں تک طلبہ شریک ہوتے ہیں۔

۴- انگلش اسکول اور انجینئرنگ کالج۔

خصوصیات: جامعہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا نصاب مدینہ یونیورسٹی اور ام القری یونیورسٹی مکہ کا قبول کیا ہوا ہے، ادارہ میں بعض اساتذہ کی تنخواہ سعودی اوقاف کی جانب سے آتی ہے، جامعہ میں داخلہ کے لئے دسویں پاس ہونا ضروری ہے۔

جامعۃ الانصار ضلع کنور:

جامعہ کے بانی عبداللہ ہیں، مولانا موسیٰ صاحب کی ترغیب پر بعض اہل خیر حضرات کے ذریعہ قیام عمل میں آیا۔

جامعہ کے شعبے:

آٹھ سالہ شریعہ کورس، شعبہ تحفیظ القرآن، شعبہ انوار مدرسہ: جس میں علاقہ کے بچوں کو چار گھنٹے دینی تعلیم دی جاتی ہے۔

خصوصیات:

جامعہ کا اہم مقصد یہ ہے کہ عوام میں چل پھر کر دعوت کے کام کرنے والے علماء کو تیار کرنا، چنانچہ ہر مہینے تین دن جامعہ کے بڑے طلبہ اپنے اساتذہ کرام کے ساتھ جماعت میں نکلتے ہیں، اور ہفتے میں ایک دن گشت کے طرز پر عصر کے بعد اطراف کے گاؤں میں دعوت کی خاطر جاتے ہیں۔

جامعہ دارالعلوم مدنیہ:

سنگ بنیاد: ۲۰۰۰ء، مکتبہ فکر: دیوبندیت

اہم شعبے: جامعہ شروع کرنے کا مقصد یہ تھا کہ بازار کے لوگوں کو فارغ اوقات میں دین سیکھنے کا موقع دیا جائے، لیکن آگے چل کر مشورہ سے یہ طے پایا کہ ۵ سالہ کورس کا ایک مدرسہ شروع کیا جائے تو صوبہ تامل ناڈو کا مشہور مدرسہ ”اسوۃ الحسنیہ“ کے نصاب تعلیم اس کے لئے منتخب کیا گیا،

لیکن بعد میں جب طلبہ کی علمی صلاحیت کمزور محسوس ہونے لگی تو اس کورس میں مزید ایک سال کا اضافہ کر دیا گیا اور فی الحال جامعہ میں چھ سالہ تعلیمی کورس ہے، جس میں عملی زندگی سے متعلق منتخب کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔

کلیۃ الفلاحیۃ العربیۃ (کوڈیم):

سن بنیاد: ۱۹۹۹ء، بانی: مولوی نذیرالحاج

جامعہ میں سات سالہ کورس کے ساتھ شعبہ تحفیظ القرآن بھی ہے، اس میں طلبہ و طالبات کے لئے الگ الگ دارالاقامہ کا انتظام کیا گیا ہے، اور اس میں مندرجہ ذیل کتابیں پڑھائی جاتی ہیں:

۱- فتح المعین، ۲- المختصر للقدوری، ۳- المحلی، ۴- الہدایہ، ۵- جمع الجوامع۔

عالمیت کے کورس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے بیرون کیرالہ بڑے مدارس میں بھی طلبہ کو بھیجا جاتا ہے۔

مدرسۃ الباقیات الصالحات (کاسرکود):

سن بنیاد: ۲۰۰۶ء، بانی: حاجی عبداللہ مرحوم

اہم شعبے: ۱- عالمیت: یہ تین سالہ کورس ہے جس کے بعد دارالعلوم دیوبند یا ندوۃ العلماء یا اس کے علاوہ کسی اور بڑے مدرسہ میں طلبہ کو بھیج دیا جاتا ہے، ۲- تحفیظ القرآن، ۳- دعوت ٹریننگ: اس میں طلبہ کو ہفتہ میں ایک دن قریبی بستی میں دعوت کے خاطر بھیج دیا جاتا ہے، ۴- صباچی مکتب۔

خصوصیت:

جامعہ میں حفظ مکمل کرنے کے بعد تین سالہ عالمیت کا کورس کرنا ضروری ہے، ان تین سالوں میں دنیوی علوم میں دسویں تک تعلیم بھی دی جاتی ہے اور فن خطابت و کتابت پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔

نیز جامعہ کی مسجد میں روزانہ عوام کے خاطر اور خصوصاً عمر دراز حضرات کے لئے جامعہ کے

اساتذہ کرام درس قرآن اور دیگر ضروری تعلیم دیتے ہیں، اور یہی ترتیب اطراف کی مساجد میں ہفتہ میں ایک مرتبہ جاری ہے۔

جامعۃ نوریۃ: قیصا بادمالا پورم:

یہ کیرالا کے سنی EK فرقہ کا سب سے بڑا اور عظیم ادارہ ہے جس کے بانی محی الدین نور شاہ جیلانی ہیں۔

مقصد قیام: اس ادارہ کے قیام کا مقصد یہ ہے کہ زمانہ ماضی میں بیرون کیرالا کے طلبہ سرزمین کیرالا میں حصول تعلیم کے لئے آیا کرتے تھے لیکن کچھ سالوں سے یہ حال ہوا کہ اب خود کیرالا کے لوگ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے بیرون کیرالا جاتے ہیں، اس کو تاہی اور کمی کو ختم کرنے کے خاطر اس ادارہ کی بنیاد رکھی گئی تاکہ اہل کیرالا اپنی سرزمین اور وطن میں رہتے ہوئے اعلیٰ تعلیم حاصل کریں، اس لئے اس ادارہ سے فارغ التحصیل طالب علم کو ”فیضی“ کی سند دی جاتی ہے۔

روضۃ العلوم عربی کالج، کالی کٹ:

روضۃ العلوم عربی کالج کیرالا کے اہل حدیث حضرات کا مشہور کالج ہے، جس کی بنیاد ۱۹۹۲ء میں رکھی گئی۔

اہم شعبے: افضل العلماء کورس: یہ دو سالہ کورس ہے، اس سے فارغ ہونے والے علماء عصری اسکول میں دینی موضوعات پر تدریسی خدمات انجام دیتے ہیں۔

الجامعۃ الندویۃ ایڈونامالا پورم:

مکتبہ فکر: سلفیت

یہ جامعہ اہل حدیث حضرات کے آفیشیل گروپ کا سب سے اہم ادارہ ہے، اس جامعہ میں ہزاروں طلبہ و طالبات تعلیم حاصل کر رہے ہیں، جامعہ ہذا میں کیرالا حکومت کا منظور شدہ ”افضل العلماء“ کورس کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے، اور یہ کالی کٹ یونیورسٹی سے منسلک ہے، اور اپنے عقائد

وافکار و منہج سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے جامعہ کی طرف سے بھی چند کتابوں کا اضافہ کر کے کل چھ سال کی تعلیم ہوتی ہے اور حدیث میں تخصص کا بھی ایک شعبہ قائم ہے، جامعہ میں خطابت، کتابت اور مناظرہ کی بہترین و عمدہ مشق کرائی جاتی ہے، اور فارغین کو ”صلاحی“ کے لقب سے سند دی جاتی ہے۔

جامعہ ہذا کی اہم ترین خصوصیت:

اس جامعہ کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ایک عالیشان کتب خانہ ہے، جس میں مختلف علوم و فنون سے متعلق ہزاروں کی تعداد میں کتابیں موجود ہیں، اس کی تعمیر و دیگر امور ”متحدہ عرب امارات“ کے سابق رئیس شیخ زائد بن سلطان آل النہیان کے تعاون سے وجود میں آئے، اور کتب خانہ کے جملہ امور ایک منظم انداز سے چل رہے ہیں، طالبات کے بلا اختلاط مطالعہ کے لئے تختائی منزل میں انتظام کیا گیا ہے۔

صوبہ کیرالا کے دیگر مدارس و جامعات:

ان جامعات کے علاوہ صوبہ کیرالا میں دیگر مدارس و جامعات بھی ہیں، جیسے:

الجامعة الإسلامية المنانية، ورکلا۔

کاشف العلوم، نڈومگاڈ۔

کاشف العلوم، چٹھنم ٹھٹھا۔

الجامعة السلفية، پلککل۔

عین الہدی نیلم پور، وغیرہ وغیرہ۔

ان کے علاوہ بہت سی مساجد میں بیس تیس طلبہ کو داخل کرا کے ”فتح السعین“ یا جلالین“ یا ”مشکوٰۃ“ تک تعلیم دی جاتی ہے، طعام کا انتظام مدرسہ کی طرف سے نہیں ہوتا بلکہ اہل خیر حضرات کے گھروں میں جا کر طلبہ کھانا کھاتے ہیں، گھر والوں اور طلبہ کے مابین انتہائی گہرا قلبی تعلق رہتا ہے، وہ ان طلبہ سے اپنے بچوں کی طرح محبت کرتے ہیں، یہ طلبہ مساجد کے دروس سے وہاں کا نصاب مکمل

کر کے تحصیل سند اور دراسات عالیہ کے لئے بڑے مدارس و جامعات میں داخل ہوتے ہیں۔

آج کے اس مادی دور اور وسائل کی ترقی حاصل ہونے سے پہلے ان مدارس و جامعات میں یہ طریقہ یعنی مساجد میں درس کا سلسلہ رائج تھا، اور ایسے مساجد کے درس سے ہزاروں سلاطین علوم دین فارغ التحصیل ہوئے، اگرچہ ان کے لئے وسیع کتب خانہ اور کتابوں کا ذخیرہ دستیاب نہیں تھا، لیکن یہ حضرات اپنے درسیات کو مکمل حفظ کر لیتے اور اس میں رسوخ حاصل کرتے تھے، اور جب بعد میں کتابیں دستیاب ہوتیں تو ان کا مطالعہ کر کے نمایاں صلاحیتوں کے مالک ہوتے تھے۔

کیرالہ کے بعض اور اہم دینی مکاتب:

کیرالا میں مکاتب کا کام بہت وسیع پیمانے پر ہو رہا ہے، ہر دینی جماعت کی الگ سے تنظیم اور نصاب تعلیم ہے، کیرالا کے اہم دینی جماعتیں یہ ہیں:

۱- سنی: ان میں دو فریق ہیں:

ایک مولانا ای کے ابو بکر مرحوم کی طرف منسوب ہے، دوسرا جامعہ مرکز الثقافة السنۃ کے مہتمم ای پی ابو بکر مصلیار کی طرف منسوب ہے۔

۲- جماعت السلفیہ: ان کا بھی الگ سے نصاب تعلیم اور نظام تعلیم ہے۔

۳- جماعت اسلامی۔

۴- سنی دشمن کیرالا جمعیت العلماء۔

ان میں سے ہر فریق کا الگ نصاب اور نظام تعلیم ہے، ان مکاتب فکر میں سب سے بڑی تعداد اس کی ہے جو ای کے ابو بکر مصلیار کی طرف منسوب ہے۔

سمست کیرالا جمعیت العلماء سنی کے مکاتب:

ان مکاتب کی فکر سنی جمعیت العلماء کیرالا کے ۱۹۴۵ء کے اجتماع میں مرحوم عبدالرحمن بافقیہ صاحب کی طرف سے ہوئی، آپ نے کیرالا کے ہر گوشہ میں دینی مکاتب شروع کرنے کے لئے سنی

علماء کو ترغیب دی، اس کے بعد والے اجتماع میں پورے کیرالا کو ایک متفقہ نصاب تعلیم میں منسلک کر دیا گیا، اس جماعت کے مکاتب سے اب تک ۲۴۳۲۴۱۶۹ طلبہ تعلیم حاصل کر چکے ہیں، ان مدارس کا نصاب اول تا دہم جماعت تک رہتا ہے، چھٹیوں کے علاوہ ایام میں روزانہ دو گھنٹے کی تعلیم ہوتی ہے، جس میں تقریباً ۱۲۹ کتابیں مختلف درجات میں پڑھائی جاتی ہیں، ان مکاتب کی شاخیں کیرالا، کرناٹک، تامل ناڈو، انڈمان، لکشدیپ، ملیشیا، عمان، یو اے ای، مہاراشٹر وغیرہ میں پھیلی ہوئی ہیں، اور یہ کتابیں عربی، انگریزی، ملیالم، کنڈ، تمل وغیرہ میں دستیاب ہیں۔

فی الحال اس جمعیت کے مکاتب کی تعداد ۸۸۳۶ ہیں، ان میں سے ۶۸۸۰ مکاتب میں پنجم تک اور ایک بڑی تعداد میں ہفتم اور دہم تک اور چند مکاتب میں بارہویں تک تعلیم ہوتی ہے، جن میں گیارہ لاکھ دس ہزار آٹھ سو چھ طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں، معلمین کی تعداد ۸۱ ہزار ۴۹۹ ہیں، اور تعلیمی نگرانی کے لئے ۱۱۰۵ افراد مقرر ہیں، یہ حضرات سال کے درمیان کئی مرتبہ ان مکاتب میں جا کر تعلیم کا جائزہ لیتے ہیں اور معلمین کی ٹریننگ کے ساتھ معلمین ہیں۔

ہندوستان میں فقہ شافعی سے متعلق تدریب افتاء کے اہم مراکز

☆ مولانا الیاس امیر بغدادی حسینی ☆

جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور ریاست کرناٹک کا ایک منفرد ادارہ کا نام ہے، جو مختلف شعبوں پر پھیلا ہوا ہے، انھیں میں سے ایک شعبہ تدریب افتاء والقضاء فی الفقہ الشافعی بھی ہے، جس میں ہر سال ملک کے مشہور و معروف اسلامی درسگاہوں (دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلماء، مظاہر العلوم سہارنپور، جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن) کے امتیازی صلاحیت کے حامل فارغین ملک کے چار ریاستوں (مہاراشٹر، کیرلا، تملناڈ اور کرناٹک) سے تعلق رکھنے والے اس میں داخلہ لیتے ہیں، اور ایک سال تک ان پر محنت کی جاتی ہے، اس شعبہ کے قیام کا خیال اللہ تعالیٰ نے چار سال قبل جامعہ کے ناظم مولانا عبید اللہ ندوی کے دل میں ایسے حالات میں پیدا کیا کہ ظاہری اسباب اور وسائل کے اعتبار سے اس شعبہ کا قیام جامعہ ہذا میں ناممکن تو نہیں لیکن مشکل نظر آ رہا تھا، اس لئے کہ اس وقت جامعہ کا کتب خانہ اس شعبہ کے لئے ضروری کتابوں سے بالکل عاری تھا، عمارتوں کے اعتبار سے تنگ اور چھوٹے سے اس ادارہ میں اس شعبہ کے لئے طلبہ کی آمد کی امید کرنا دشوار معلوم ہو رہا تھا۔ اساتذہ کا بھی معقول نظم نہیں تھا، لیکن جس کی نظر مسبب الاسباب پر ہوتی ہے وہ اسباب کی طرف سے صرف نظر کرتا ہے، اور جس کام کی ابتدا کا قصد اخلاص سے کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ساری رکاوٹوں کو دور فرما دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مولانا کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ فرمایا، اور اس شعبہ کے اگلے مراحل کے انتظام کو شروع کرنے کی اللہ نے توفیق دی، سب سے پہلے شوافع کے معتبر مراجع کی کتب کو منٹوایا گیا جو کسی بھی

☆ جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور (کرناٹک)۔

شعبہ کی اصل روح اور جان ہوتی ہیں، جب رمضان کے بعد نیا تعلیمی سال شروع ہوا تو پہلے سال صرف چار طلبہ نے اس شعبہ میں داخلہ لیا، جب نئے طلبہ جامعہ ضیاء العلوم پہنچے تو ان کی حیرت اور تعجب کی انتہاء نہ رہی کہ اس ادارہ میں بھی اس شعبہ کا قیام ہو سکتا ہے، لیکن چند ہی دنوں میں ان پر ساری حقیقت کھل گئی، اور سن ۲۰۰۹ء سے اس شعبہ کی ابتدا ہوئی۔

تدریب الافقاء والقضاء کے قیام کا مقصد:

اس شعبہ کے قیام کا مقصد مختصر لفظوں میں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے:

- ۱- احکام شریعت کو نافذ کرنے کے لئے لائق و قابل مفتیان تیار کرنا۔
- ۲- فضاء مدارس کی افتاء و قضاء کی نظری تعلیم کے ساتھ عملی تربیت کرنا۔
- ۳- علم، عمل اور فکر و نظر میں اسلاف کا جانشین اور وارث تیار کرنا تاکہ امت کی صحیح شرعی رہنمائی کے لئے ایک جماعت کے بعد دوسری تربیت یافتہ جماعت تیار رہے۔
- ۴- فضاء میں نئے مسائل کو حل کرنے اور قانون اسلامی کو زندہ قانون کی حیثیت سے زمانہ میں پیش کرنے کی اہلیت پیدا کرنا۔
- ۵- مختلف فقہی اور علمی موضوعات پر علماء سے تحقیق کرنا۔
- ۶- فضاء کی فکری اور قلمی تربیت کے ذریعہ انھیں تحقیق و تالیف کے لائق بنانا۔
- ۷- پورے ملک میں نظام قضاء کو مستحکم کرنے کے لئے بہترین قضاة کی جماعت تیار کرنا۔

نصاب اور تربیت کا نسخہ:

اس شعبہ کا نصاب جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن اور المعهد العالی الاسلامی حیدرآباد کے اختصاص فی الفقہ کے نصاب کا سنگم ہے، جس میں دونوں اداروں کی منتخب کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔

جامعہ ضیاء العلوم میں دارالافتاء:

جامعہ ضیاء العلوم میں ۲۰۰۲ء سے دارالقضاء کے قیام کے ساتھ دارالافتاء کا قیام حضرت

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کے دست مبارک سے ہوا تھا، جس سے اطراف و اکناف میں فقہ شافعی سے تعلق رکھنے والے حضرات استفادہ کر رہے ہیں، ابتداء میں بذات خود قاضی عبید اللہ اس ذمہ داری کو انجام دے رہے تھے اب ان کی سرپرستی میں جامعہ کے مفتیان کرام اس کام کو بحسن خوبی انجام دے رہے ہیں۔

(۳) جامعہ اسلامیہ بھٹکل میں شعبہ تدریس الافتاء:

جامعہ اسلامیہ بھٹکل ریاست کرناٹک کا ایک منفرد تعلیمی و دعوتی ادارہ ہے، جس کی خدمات بڑی وسیع ہیں، اس ادارہ کا نصاب دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مطابق ہے، لیکن یہ فقہ شافعی کا ترجمان ہے، یہاں کے تمام طلبہ و اساتذہ مسلک شافعی سے تعلق رکھتے ہیں، اس ادارہ میں شعبہ تدریس الافتاء (ایک سالہ کورس) کا اچھا خاصا نظم ہے، جس میں ہر سال فضلاء کی ایک معتد بہ تعداد داخلہ لیتی ہے، جس کی تربیت کے لئے جامعہ کے باصلاحیت اور ذی استعداد و مجرب اساتذہ مقرر ہیں، جہاں مقررہ نصاب کی تدریس کے ساتھ حساس موضوعات پر تحقیق کروائی جاتی ہے، اور خصوصیت کے ساتھ تمرین فتاویٰ پر محنت کروائی جاتی ہے، جس کے لئے جامعہ کے کتب خانہ کی کتابوں کے ذخیرہ سے استفادہ کا بہترین موقع ملتا ہے، یہ شعبہ تقریباً پانچ سال سے جاری ہے، اب تک تقریباً پندرہ فضلاء نے وہاں سے تربیت پائی ہے، اس سال بھی دو علمائے کرام نے اس میں داخلہ لیا ہے جو دارالعلوم ندوۃ العلماء سے فضیلت کر چکے ہیں۔

جامعہ اسلامیہ میں دارالافتاء کا قیام:

جامعہ اسلامیہ میں آج سے چھ سال قبل ۲۰۰۶ء میں دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا جس کی اشد ضرورت بھی تھی، الحمد للہ یہ شعبہ اپنی خدمات میں بہت حد تک کامیاب ہے، تقریباً اب تک ڈیڑھ سو فتاویٰ یہاں سے جا چکے ہیں، جس کی ذمہ داری جامعہ کے مقرر اساتذہ کی ایک کمیٹی انجام دیتی ہے جس میں مولانا عبدالباری صاحب ندوی، مولانا مقبول صاحب ندوی، قاضی عبدالرب صاحب ندوی، مولانا خواجہ صاحب مدنی اور مولانا انصار صاحب مدنی شامل ہیں۔

دارالافتاء جامع مسجد ممبئی:

عروس البلاذرممبئی میں ایک بڑی تعداد مسلک شافعی کے پیروکاروں کی ہے، جس کی بناء پر اس بات کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ وہاں کسی دارالافتاء کا قیام عمل میں آئے، تاکہ وہاں مقیم شافعی حضرات کی تشنگی کی سیرابی کا کسی حد تک انتظام ہو سکے، الحمد للہ اسی مقصد کے خاطر جامعہ حسینیہ کی سرپرستی میں اور حضرت مولانا شوکت صاحب (خطیب وامام) کے مشورہ اور ان کی دعاؤں کے ساتھ چار سال قبل جامع مسجد میں دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا، ابتداء میں مرحوم مفتی سلمان سرکھوت صاحب اور پاسبان کوکن مفتی رفیق پورکر مدنی مدظلہ ہفتہ میں دودن ممبئی جا کر اس ذمہ داری کو انجام دے رہے تھے، لیکن مفتی سلمان صاحب کے انتقال کے بعد مستقل طور پر جامعہ حسینیہ کے ایک فاضل مفتی اشفاق قاضی صاحب کا باقاعدہ تقرر ہوا لیکن وہ درمیان میں مزید تعلیم کی غرض سے ریاض چلے گئے اس دوران یہ ذمہ داری نائب امام و خطیب جامع مسجد مفتی اظہر نظیری بحسن خوبی انجام دے رہے تھے تقریباً دو سال تک مفتی محترم نے یہ خدمت انجام دی ہے، فی الحال مفتی اشفاق صاحب کی ریاض سے واپسی ہوئی ہے اور اب وہ واپس اپنی ذمہ داری کو سنبھال چکے ہیں اور مفتی اظہر بھی معین کی حیثیت سے برابر یہ خدمت انجام دے رہے ہیں، الحمد للہ لوگ بکثرت دارالافتاء کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور سینکڑوں استفتاء کے جوابات دیئے جا چکے ہیں۔

دارالافتاء گولکوٹ چیلون:

کوکن کے ضلع رتناگیری میں شہر چیلون کے ایک قریہ گولکوٹ میں مدرسہ فیض القرآن کالستہ کی سرپرستی میں چند سال قبل ایک دارالافتاء قائم کیا گیا تھا، جہاں جامعہ حسینیہ کے مفتیان اور مدرسہ فیض القرآن کالستہ کے اساتذہ ہفتہ میں کچھ وقت نکال کر آنے والے استفتاء کے جوابات دینے کی خدمت انجام دے رہے ہیں، اگرچہ وہاں ایک مستقل مفتی کی ضرورت ہے، جس کے لئے مدرسہ فیض القرآن کالستہ کے سرپرست اور کوکن کے مشہور خادم قرآن حافظ داود صاحب برابر کوشش میں اور فکر مند ہیں، دارالافتاء کی اب تک کی کارکردگی اطمینان بخش ہے، اطراف و اکناف کے لوگ مستقل

دارالافتاء سے مراجعت کر رہے ہیں۔

دارالعلوم الاسلامیہ العربیہ تلوجہ میں دارالافتاء:

ممبئی سے قریب تلوجہ نامی بستی میں فقہ شافعی کا ایک معروف ادارہ ہے جہاں پر دورہ حدیث تک مکمل تعلیم کا نظم ہے، جہاں کے تقریباً تمام اساتذہ جامعہ حسینیہ کے فراغت یافتہ ہیں یا مستفیدین میں شامل ہیں، وہاں پر چار سال قبل دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا جس کے ذمہ دار مفتی اسحاق ٹیل صاحب حسینی ہیں اور ان کے ساتھ دیگر مفتیان بھی ان کے شریک کار ہیں، اب تک سواستفتاء کے جواب دیئے جا چکے ہیں، اور بہت سارے لوگ دارالافتاء میں آکر اپنی پریشانیوں کا حل شریعت کی روشنی میں تلاش کرتے ہیں لوگوں کا اعتماد بھی اچھا ہے۔

دارالافتاء ٹیل محلہ پنویل:

۶ اگست ۲۰۱۱ء میں شہر پنویل میں دارالقضاء اور اسی کے ساتھ ایک دارالافتاء کا قیام قاضی کوکن اور استاذ جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن قاضی حسین ماہمکر صاحب کی سرپرستی میں عمل میں آیا، ابتداء میں ہفتہ میں ایک دن جا کر اس ذمہ داری کو پورا فرما رہے تھے لیکن اب مستقل طور پر مفتی زید صاحب اس کے ذمہ دار ہیں جو قاضی صاحب ہی کے زیر نگرانی اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

دارالافتاء پارا محلہ مسجد پنویل:

پارا محلہ مسجد کے امام و خطیب اور جامعہ حسینیہ عربیہ کے اولین فارغین میں شامل حضرت مولانا مفتی نور محمد ٹیل صاحب کی سرپرستی میں یہ دارالافتاء جاری ہے، ابتداء میں تحریرا جوابات کی شکل تھی لیکن اب وہاں کے حالات کی بناء پر آپ زبانی ہی مسائل کا حل امت کے سامنے پیش کر رہے ہیں، جامعہ حسینیہ کے دارالافتاء کے پہلے ذمہ دار بھی آپ ہی تھے۔

جامعہ نجم الہدی کیرلا میں شعبہ تدریس دارالافتاء:

ریاست کیرلا کے ضلع ملپورم میں منجیری شہر میں جامعہ نجم الہدی ایک مشہور ادارہ ہے، جو

برابر تیس سال سے فقہ شافعی کی خدمات انجام دے رہا ہے، جس کے روح رواں مولانا عیسیٰ کوثری ایک فعال اور متحرک شخصیت کے مالک ہیں، جہاں پر اس سال سے شعبہ تدریس الافاء کا قیام عمل میں آیا ہے جس میں کل سات فضلاء استفادہ کر رہے ہیں، اور ان کی تربیت کے لئے ازہر کوکن جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن سے فیض یافتہ تین مفتیان کرام اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں، یہ دو سالہ کورس ہے، جہاں کا نصاب بھی جامعہ حسینیہ کے نصاب کے مطابق ہے، مستقبل میں بہتر نتائج کی امید ہے۔

مدرسہ حسینیہ کا ایم کلم کیرالا میں دارالافتاء:

ریاست کیرالا کے مشہور شہر کا ایم کلم میں فقہ شافعی کا ایک ادارہ مدرسہ حسینیہ ہے، جہاں پر مکمل دورہ حدیث تک تعلیم ہے، جس کے مہتمم مولانا سفیان صاحب ہیں، جو اہتمام کے ساتھ بڑے درجات میں چند درس کی ذمہ داری انجام دے رہے ہیں، ساتھ ہی ساتھ وہاں پر امسال قبل دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا ہے اب تک تقریباً سو استفاء کے جواب دیئے جا چکے ہیں۔

الجامعہ کوثریہ عربی کالج کیرالا میں دارالافتاء:

ریاست کیرالا میں فقہ شافعی کا سب سے زیادہ مشہور اور قدیم الجامعہ کوثریہ ادارہ ہے، جس کے ناظم حافظ اولیس حاجی صاحب ہیں جہاں پر اس سال دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا ہے جس میں ازہر کوکن جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن سے تربیت یافتہ دو مفتیان خدمت انجام دے رہے ہیں۔

شافعی دبستان فقہ سے متعلق استفتاء کے اہم مراکز

☆ مولانا ڈاکٹر بہاء الدین ندوی ☆

ہندوستان میں احناف کے علاوہ شافعی مسلک کے مقلدین بھی پائے جاتے ہیں۔ حرمین شریفین، یمن اور مصر کو ہندوستان کے جن علاقوں سے بلا واسطہ تعلق تھا، وہاں شافعی مسلک کے ماننے والے رہتے ہیں۔ کیرلا کے اکثر و بیشتر مسلمان شافعی ہیں اور تامل ناڈو، کرناٹک، گوا، مہاراشٹر اور گجرات کے ساحلی علاقوں میں اور لکش دیپ اور اندومان حیدر آباد میں بھی شوافع پائے جاتے ہیں۔

شافعی مسلک کی ترویج و اشاعت میں علمائے کرام اور مدرسے کا اہم کردار رہا ہے۔ قدیم دور میں شافعی مسلک کے ڈھیر سارے دارالافتاء تھے، اس طرح مختلف مراکز جو اپنے دور میں شہرت یافتہ تھے، لیکن اس کی موجودہ صورت حال سابقہ صورتحال سے بالکل مختلف ہے۔ مثال کے طور پر جامعہ نظامیہ حیدر آباد میں تقسیم ہند سے پہلے شافعی مسلک کے مطابق بھی پڑھائی جاتی تھی۔ شیخ صالح باطاب اور شیخ سالم باطاب جیسے شافعی مسلک کے بڑے بڑے علمائے کرام بحیثیت استاذ رہ چکے ہیں، لیکن موجودہ دور میں اس کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ہندوستان میں شافعی مسلک کے اہم مراکز زیادہ تر کیرلا میں پائے جاتے ہیں۔

ہندوستان کے کچھ ایسے بھی علاقے ہیں جہاں امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مقلدین و پیروکار رہتے ہیں، لیکن ان کی آبادی بہت ہی کم ہے۔ اکثر شوافع ریاست کیرلا میں رہتے ہیں جو علما و عملا شوافع ہیں، دیگر علاقوں میں مثلاً کوکن، بھٹکل میں بھی شوافع رہتے ہیں، لیکن احناف سے بکثرت

☆ دارالہدی اسلامک یونیورسٹی، کیرالہ۔

اختلاط کی وجہ سے احناف ہی کی طرح رہتے ہیں، پتہ نہیں چلتا کہ یہ شوافع ہیں یا احناف۔ سرزمین کیرلا ہندوستان کی وہ ریاست ہیں جہاں صدر اسلام ہی میں اسلام کی لازوال دولت سے یہاں کے باشندے بہرہ ور ہوئے اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ آج بھی کیرلا کے کچھ ساحلی علاقوں میں اجلاء صحابہ کرام آسودہ خاک ہیں۔ یہاں کی تہذیب اور روایت ملک یمن سے ملتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کے بعد تبلیغ اسلام کے غرض سے سرزمین یمن سے چوٹی کے علماء کرام و صالحین امت یہاں پہنچے۔

کیرلا میں شافعی مسلک کی افتاء کے مراکز:

جنوب ہند میں ایسا بھی ایک زمانہ آیا تھا کہ یہاں کی مسلم امت کی باگ ڈور مخدومی سادات کے ہاتھوں میں تھی، دینی دلی و سیاسی و سماجی و ثقافتی امور کی نگرانی یہی سادات کرتے تھے، کچھ بھی مسئلہ درپیش ہوا یہاں کے مسلمان پنانی جمعہ مسجد کی طرف رجوع کرتے۔ پنانی جمعہ مسجد کیرلا کی وہ پرانی مسجد ہے۔ جہاں مخدومی سادات رہا کرتے تھے اور آج بھی رہتے ہیں جن میں فقیہ عصر علامہ زین الدین المحمدوم الصغیر (شاگرد رشید خاتم المحققین حضرت علامہ حافظ ابن حجر مکی رضی اللہ عنہ) قابل ذکر ہیں۔

پھر جب علماء اہل سنت نے ایک فعال محرک تحریک کی ضرورت محسوس کی تو ۱۹۲۶ عیسوی میں سمتہ کیرلا جمعیتہ العلماء کے نام ایک تنظیم عمل میں آئی۔ تنظیم چالیس علماء کرام کی وہ ٹولی ہے جو یہاں کے مسلمانوں کے ملی و سماجی و دینی امور کی قیادت کرتی ہے۔ اس تنظیم کے ماتحت بہت سے ذیلی شعبے جات وجود میں آئیں۔ ان میں فتویٰ کمیٹی قابل ذکر ہے۔

فتویٰ کمیٹی زیر سمتہ کیرلا جمعیتہ العلماء:

فتویٰ کمیٹی ہی ہمارے کیرلا کا دارالافتاء ہے۔ کیرلا میں جتنے دینی مدارس قائم ہیں ان میں دارالافتاء کا کوئی خاص اہتمام نہیں اور کوئی شخص بھی فقہی مسئلہ درپیش ہونے کی صورت میں مدارس کی طرف رجوع نہیں کرتے، بلکہ اسی فتویٰ کمیٹی سے رجوع کرتے ہیں۔ فتویٰ کمیٹی جو حکم صادر کرتی ہے اسی کو علماء سمتہ اپنی قیمتی تصدیقات سے نوازتے ہیں اور اسی فتوے پر عمل کرنا سنی مدارس کے لئے ضروری ہے،

کوئی بھی دینی درس گاہ اپنی کوئی خاص موقف جو سمت کے موقف سے جداگانا ہو قائم نہیں کر سکتا۔ سمت جو فتویٰ شائع کریں، اسی پر کیرلا کے تمام سنی مدارس عمل کرتے ہیں۔ کیرلا میں سنیوں کی تین مشہور تنظیمیں ہیں: سمت کیرلا جمعیت العلماء جس کے روح رواں لیڈر حضور مفتی اعظم کیرلا محقق عصر فقہ لاثانی علامہ زین العلماء زین الدین مسلیار چریشری دامت برکاتہ العالیہ ہیں۔ حضور ہی کیرلا میں جو بھی مسئلہ ابھرتا ہے اس کا صحیح حل اور اس مسئلے کے سلسلے میں سمت کا کیا موقف ہے ذرائع ابلاغ کے ذریعے عوام تک پہنچاتے ہیں۔

اس کے علاوہ کیرلا کے دیگر تنظیموں کی بھی اپنی خاص فتویٰ کمیٹی یا فتویٰ بورڈ ہے۔ وہ مندرجہ

ذیل ہے:

۱۔ سمت کیرلا سنی جمعیت العلماء یہ سابق تنظیم سے چند فروغی اختلافات کی وجہ سے رونما ہوئی تھی۔ ان دونوں تنظیموں میں عقیدہ کا کوئی اختلاف نہیں جو بھی اختلاف ہے اس کا دار و مدار یا تو تنظیمی ہے یا فروغی مسائل میں ہے۔ ان کی بھی ایک خاص فتویٰ کمیٹی ہے جو دینی امور میں سرگرم عمل ہے۔

۲۔ دکشینہ کیرلا جمعیت العلماء یہ کیرلا کے جنوبی حصوں کے علماء کرام کی تنظیم ہے، جس کے قائد مولوی عبدالعزیز صاحب ہیں، جیسا کہ سابق دونوں تنظیموں میں اصولی کوئی اختلاف نہیں، اسی طرح ان میں بھی بگاڑ نہیں۔ صرف اپنی اپنی تنظیم کو فروغ دینا ان کا اہم مقصد ہے، اس دکشینہ کی بھی ایک خاص فتویٰ کمیٹی ہے جو اپنے پیروکاروں کو اپنا موقف اور نئے مسائل کے صحیح حل بتاتی ہے۔

۳۔ سمتھانہ کیرلا جمعیت العلماء جو صدقۃ اللہ المولوی کی تنظیم ہے۔ یہ چند فروغی شافعی مسئلے میں دوسروں سے اختلاف رکھتی ہے، ان کی بھی ایک خاص فتویٰ کمیٹی ہے جو اپنے تابعین کو صحیح فقہی مسائل پہنچانے کی کوشش کرتی ہے۔

ان تینوں تنظیموں کے تحت سر زمین کیرلا میں بڑے بڑے مرکزی ادارے چلتے ہیں، جن میں قابل ذکر یہ ہیں:

۱۔ دارالہدی اسلامک یونیورسٹی اور اس سے ملحق ڈگری کالج:

یہ پورے ہندوستان کا مشہور دینی ادارہ ہے اس کی تاسیس ۱۹۸۶ ضلع ملاپورم کے قصبہ

چھاڑ میں ہوئی۔ اس میں پندرہ سو سے زائد طلباء زیر تعلیم ہیں، جو مسلک شوافع ہیں۔ یہاں کے بارہ سالہ کورس میں شافعی مسلک کی معتبر کتابیں داخل نصاب ہیں۔ اس جامعہ کے پروجیکٹر مفتی اعظم کیرلا محقق عصر فقیہ النفس استاذ الاساتذہ زین العلماء زین الدین مسلیار چر شیری دامت برکاتہ العالیہ ہیں۔ اس کے ماتحت سترہ سے زائد درس گاہیں ہیں۔ جن میں اکثر شافعی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں ان میں مشہور ادارہ اصلاح العلوم ہے جس کا مختصر تعارف یہاں پر ہے۔

اصلاح العلوم تانور یہ فقہ شافعی کا قدیم مرکز ہے جس کی بنیاد ۱۹۲۶ء میں رکھی گئی۔ اس کے پہلے مہتمم سمسۃ کیرلا جمعیۃ العلماء کے ایک جلیل القدر عالم تھے، جو پانگل احمد کٹی مسلیار کے نام سے مشہور و معروف تھے، اس ادارے میں سمسۃ کے اکابر علماء کرام تدریسی خدمات انجام دیتے تھے جیسے صوفی باصفا قطبی محمد مسلیار، حضرت علامہ امی کے ابوبکر مسلیار، محدث کبیر مفسر قرآن کے وی محمد مسلیار نور اللہ مراقدم۔

۲۔ جامعہ نور یہ عربیہ فیض آباد پٹی کاڈ:

یہ کیرلا کا وہ دینی ادارہ ہے جسے مرکزیت حاصل ہے۔ جیسے شمال میں ”الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور“ کو مقام حاصل ہے، وہی مقام ”جامعہ نور یہ عربیہ“ کو کیرلا میں ہے۔ ”سمسۃ کیرلا جمعیۃ العلماء“ کے جتنے بھی اکابر علماء منسلک ہیں معظم اسی ادارے کے فاضلین ہیں۔ اس ادارے کی تاسیس کا پس منظر یہ تھا کہ کیرلا میں اعلیٰ تعلیم کا کوئی خاص انتظام نہیں تھا تو اکثر قدیم دور میں ابتدائی تعلیم کے بعد سند حاصل کرنے کے لئے جامعۃ الباقیات الصالحات ویلور تامل ناڈو، جامعہ لطیفیہ تامل ناڈو، جامعہ نظامیہ حیدر آباد، دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی طرف رجوع کرتے تھے، اسی خلا کو پر کرنے کے لئے جامعہ نور یہ عربیہ پٹی کاڈ فیض آباد کی تاسیس سنہ ۱۹۶۳ء میں عمل میں آئی۔ اس مرکزی ادارے کو بھی اکابر علماء امت کی خدمات حاصل ہیں، جیسے حضرت علامہ ابوبکر مسلیار کوٹولما، علامہ امی کے ابوبکر مسلیار، رئیس المحققین کنیت احمد مسلیار، حضرت علامہ کے کے ابوبکر مسلیار نور اللہ مراقدم۔ اس ادارے کے تحت تقریباً پچاس ادارے اپنی خدمات بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔

۳۔ جامعہ سعدیہ کاسرکوڈ:

یہ بھی دیگر اداروں کی طرح کیرلا کی مشہور و معروف دینی درس گاہ ہے، اس کی سنگ بنیاد ۱۹۷۱ء عیسوی میں ناشر اہل سنت عالی جناب عباس حاجی نور اللہ مرتدہ کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ مدرسے کے تمام اخراجات کی تکمیل حضور والا خود اپنے ذاتی پیسوں سے کرتے تھے۔ پھر ۱۹۷۹ء میں علما کے طویل مشوروں کے بعد اس دینی درس گاہ کو آپ نے جمعیۃ العلماء ضلع کنور کی کمیٹی کے حوالے کر دیا، یہاں کے فاضلین مولوی الفاضل السعدی سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ آج کل یہاں تخصص کے بھی شعبے قائم ہو گئے ہیں۔

۴۔ جامعہ دارالسلام نندی کالی کٹ:

اس ادارے کی بنیاد ۱۹۷۶ء میں عمل میں آئی، اس ادارے کے بانی حضرت علامہ مندیل ایم پی محمد سلیار تھے، جو ایک متقی و پرہیزگار عالم دین تھے۔ اس ادارے میں کیرلا کے علاوہ تامل ناڈو اور کرناٹک کے طلبہ بھی زیر تعلیم ہیں، یہاں کے فاضلین مولوی الفاضل الدارمی سے پہچانے جاتے ہیں۔ ابھی اس ادارے کے مہتمم ماہر علم و فن حضرت علامہ موسیٰ کٹی مسلیار (سابق استاذ جامعۃ الصالحات ویلور) ہیں۔ اس ادارے کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہاں فضیلت کے بعد دو سالہ تخصص فی الفقہ کا نیا کورس کا انتظام ہے جو ۱۹۹۸ء میں شروع کیا گیا تھا، اس دو سال کی فراغت کے بعد ”الہیتمی“ کے لقب سے نوازا جاتا ہے، یہ خاتمۃ المحققین مفتی الشافعیۃ علامہ ابن حجر الہیتمی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔

۵۔ مرکز الثقافتہ السنیہ کارنتو:

یہ کیرلا کے مشہور دینی اداروں میں سے ایک ہے جس کی بنیاد ۱۹۸۰ء میں رکھی گئی تھی۔ جس کی تعلیمی مدت دس سالہ نصاب پر مشتمل ہے، اس دس سال کی تکمیل کرنے والوں کو مولوی الفاضل الثقانی سے نوازا جاتا ہے، فضیلت کے بعد دو سالہ تخصص فی الفقہ الشافعی ۱۹۸۷ء میں شروع کیا گیا۔

۶- جامعہ منانہ کولم:

۱۹۸۱ء میں اس ادارے کی سنگ بنیاد رکھی گئی اس کا نصاب تعلیم ویلور ”الباقیات الصالحات“ سے ملتا جلتا ہے، یہاں کی تعلیم دو شعبوں میں منقسم ہے: ۱- شعبہ مطول جو دس سالہ تعلیمی مدت پر مشتمل ہے، ۲- شعبہ مختصر جس کی تعلیمی مدت آٹھ سال ہے۔ یہاں کے فارغین مولوی المنانی سے جانے جاتے ہیں۔ یہ دکشینہ کیرلا جعیتہ العلماء کا ایک مرکزی ادارہ ہے۔

۷- تنسيق الکليات الاسلاميه اور اس کے ملحق کالج:

کیرالا کے قدیم و جدید مدارس کو ایک نئے نصاب تعلیم اور تنسيق میں جمع کے گئے اور اس سلیبس میں شافعی مسلک کی پڑھائی کا خاص اہتمام رکھا گیا، اس کا مرکز ملاپورم میں ولانجیری میں واقع ”مرکز التریبۃ الاسلامیہ“ ہیں۔ اس تنسيق میں تیس سے زیادہ ملحق مدارس ہیں جس میں ”کلیہ مجمع الشرعیہ“ کا و انور دارالعلوم تو تہ کلیہ عیدروس مسلیار وغیرہ مشہور ہیں۔ یہ تنسيق ۲۰۰۱ میں وجود میں آئی اور چار سو کے آس پاس طلبہ فراغت بھی حاصل کر چکے ہیں۔

۸- بیرون کیرلا شافعی استفتاء کے مراکز:

کیرلا کے باہر جو استفتاء کے مراکز ہیں وہ بہت کم ہیں جن میں مشہور ادارے مندرجہ ذیل ہیں:

۹- الباقیات الصالحات ویلور تملناڈ:

”الباقیات الصالحات“ جنوب ہندوستان کا ایک مشہور اور قدیم دارالعلوم ہے جس کی تاسیس ۱۸۸۳ عیسوی میں ہوئی۔ اس کی تاسیس کے وقت سے لے کر آج تک وہ شافعی مسلک کا ایک اہم مرکز ہے۔ اس ادارہ میں شافعی مسلک کی اعلیٰ کتابوں کی پڑھائی بھی ہوتی ہے اور بڑے علمائے کرام اساتذہ کی حیثیت میں خدمت انجام بھی دے رہے ہیں۔ شیخ عبدالرحمن المفصّری اور شیخ حسن جیسے شافعی علماء وہاں کے پرنسپل یا مہتمم رہ چکے ہیں۔ آج بھی وہاں شافعی اساتذہ موجود ہیں۔

۱۰- الجامعۃ الاسلامیہ بھٹکل کرناٹک:

یہ ادارہ بھٹکل میں قائم ہے جہاں شافعی مسلک کے مقلدین زیادہ پائے جاتے ہیں۔ یہاں پڑھنے والے اکثر بلکہ کل بچے شوافع ہیں اور ایک باقاعدہ دارالافتاء بھی وہاں موجود ہے۔ کوکن اور کرناٹک کے اکثر شوافع اس ادارہ سے استفادہ کرتے ہیں، لیکن دیوبندیوں کے ہاتھ میں پڑ جانے کے بعد سنی شوافع اس سے رجوع نہیں کرتے۔

۱۱- قوت الاسلام عربی کالج مومبائی:

اس ادارہ کی تاسیس ۱۹۴۲ عیسوی میں رکھی گئی، ابھی یہ ادارہ دارالہدی اسلامک یونیورسٹی کی شاخ ہے، اگرچہ وہاں پڑھنے والے اکثر طلبہ احناف ہیں پھر بھی مومبائی کے شوافع فتوے کے لئے اسی ادارہ سے مراجعت کرتے ہیں۔

پھر کیرالا میں بہت سے ادارے ایسے ہیں جہاں شافعی مسلک کی اعلیٰ ترین پڑھائی ہوتی ہے، وہاں سے فراغت بھی حاصل ہوتی ہے اور وہاں سے فتویٰ بھی شائع کرتے ہیں، لیکن وہ ادارے چھوٹے ہونے کی وجہ سے ان کا ذکر عمداً چھوڑتے ہیں۔

۱۲- کلیہ رحمانیہ اتر ایشیئم تملناڈو:

یہ ادارہ قدیم شافعی مسلک کے مراکز میں اہم ہے۔ اس کے مہتمم کیرالا کے بہت سے علمائے کرام بھی ہو چکے ہیں۔ مثال کے طور پر سمتہ کیرالا جمعیۃ العلماء کے نائب صدر مولانا عبدالقادر الفضری وہاں کے استاذ تھے اور فی الحال ممی کوٹی حضرت اس کے پرنسپل کی خدمت انجام دے رہے ہیں، یہ تملناڈو کا بہت قدیم علمی گہوارہ بھی ہے۔

فقہ شافعی کی تدریس: جائزہ اور تجویز

ذاکر سعید الرحمن الاعظمی ندوی ☆

امام شافعی محمد بن ادریس ۱۵۰ھ اسلامی تاریخ کی دوسری صدی میں غزہ فلسطین یا عسقلان میں پیدا ہوئے، ان کی ولادت سے متصل حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی، ان کا شمار کبار تابعین میں ہوتا تھا، ان کا فقہی منہج بڑی حد تک شہرہ آفاق ہو چکا تھا، اور لوگ اس کی اتباع کرتے تھے، وہ دور نبوت سے قریب تر تھے، اور تعامل اہل حرمین اور علمائے حدیث اور کتاب و سنت کی روشنی میں فقہ اسلامی کے مسائل مدون کرنے کی خداداد صلاحیت سے بہرہ ور تھے، انہوں نے حضرت مالک بن انس کی فقہ سے بھی پوری طرح استفادہ کیا، اور مسائل کو پیش کرنے میں وہ حضور اکرم ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام کے قول و فعل کو پیش نظر رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ان کے فقہی مسلک کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، اور دنیا کے ایک بڑے حصے میں اسی پر عمل کیا گیا، اور اس کو ترجیح دینے کی کوشش جاری رہی۔

امام شافعیؒ کے والد ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع تھے، ان کا نسب ہاشمی ہے، اور وہ ہاشم بن عبدالمطلب بن عبدمناف کی طرف نسبت رکھتے تھے، ان کے اجداد میں شافع بن صائب تھے، اور غالباً انہیں کی نسبت سے شافعی کہلاتے تھے، ان کا اصل نام محمد اور کنیت ابو عبد اللہ ہے، ان کے والد ادریس بن عباس اصلاً حجاز کے باشندے مکہ مکرمہ میں مقیم تھے، وہاں سے ہجرت کر کے شام آئے اور عسقلان میں سکونت اختیار کی، لیکن امام شافعیؒ کی ولادت سے قبل وہ انتقال کر گئے، ان کی والدہ قبیلہ

☆ مدیر البعث الاسلامی، ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

ازدکی رہنے والے ایک شریف خاتون تھیں، اور ان کے والد کے انتقال کے بعد اپنے بیٹے محمد بن ادریس کو لے کر مکہ مکرمہ ہجرت کر گئیں، اور حرم مکی کے قریب ایک محلہ میں جس کا نام ”شعب الخیف“ تھا، قیام پذیر ہو گئیں اور اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت میں پوری طرح مشغول ہو گئیں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امام شافعی ۷ یا ۸ سال کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے، اور اس کے بعد مسجد حرام کے ایک مدرسہ میں داخل ہو کر علوم لغت پر توجہ مرکوز کی، اور اس میں مہارت حاصل کی، چونکہ وہاں کے اساتذہ بادیہ کے رہنے والے تھے، اس لئے خالص عربی لہجہ میں عربی زبان کو حاصل کرنے کا ان کو بہترین موقع ملا، اسی کے ساتھ انہوں نے فقہ اور علوم قرآن و حدیث کو بھی حاصل کیا۔

پھر انہوں نے حرم شریف کے علماء کی مجلسوں میں بیٹھ کر علوم حدیث و قرآن میں استفادہ کرنا شروع کیا، حدیث میں ان کے شیخ سفیان بن عیینہ، مسلم بن خالد زنجی، سعید بن سالم قداح، داؤد بن عبد الرحمن عطار، عبد المجید بن عبد العزیز بن ابی داؤد تھے، مسجد حرام میں ایک حد تک اپنی تعلیم پوری کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے، اور وہاں جا کر امام مالک بن انسؒ سے سارے علوم اور فقہ کی تعلیم حاصل کی، ان کے شیوخ میں وہاں ابراہیم بن سعد الانصاری، عبد العزیز بن عمر الدراودی اور محمد بن سعید بن ابی فذیک اور عبد اللہ بن نافع الصائغ قابل ذکر ہیں، اس کے بعد انہوں نے یمن کا رخ کیا، وہاں انہوں نے حدیث اور فقہ کی تعلیم مطرف بن مازن، اور ہشام بن یوسف جو صنعاء یمن کے قاضی تھے، حاصل کی اور ان کے علاوہ دیگر شیوخ وقت سے استفادہ کیا، پھر عراق تشریف لے گئے، اور بغداد میں علم حدیث و فقہ اور علوم قرآن کو مزید تفقہ اور گہرائی کے ساتھ از سر نو وہاں کے مشہور علماء سے حاصل کیا، وہاں کے شیوخ سے استفادہ کیا، ان میں وکیع بن جراح، اور ابواسامہ حماد بن اسامہ جو کوفہ کے رہنے والے تھے، اور بصرہ کے مشہور عالم کبیر اسماعیل بن علیہ اور عبد الوہاب بن عبد المجید تھے، سے بھی استفادہ کیا، اس تعلیم و تربیت کے بعد محمد بن ادریس شافعی اب امام شافعی کے لقب سے پہچانے جانے لگے۔

امام شافعی کی شہرہ آفاق تصنیف ”کتاب الام“: ایک جائزہ:

امام شافعیؒ نے علمائے حدیث و فقہ کی ایک تعداد سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے بعد

اپنے فقہی مذہب کو پورے اطمینان قلب کے ساتھ پیش کرنے کے لائق اپنے آپ کو تصور کیا، اور انہوں نے اپنی مشہور عالم تصنیف ”کتاب الام“ تصنیف کی، اس کتاب میں فقہی مسائل کو بیان کرنے میں کتاب وسنت کا سہارا لیا، کتاب الطہارۃ سے اس کو شروع کیا، جس میں پانی کی طہارت، پھر وضو کے سلسلہ کے تمام مسائل، پھر مسافر و مقیم کے لئے تیمم کی شکلیں، جس مٹی سے تیمم کیا جائے، اس کی شرط، جسم اور کپڑوں کی طہارت کے سلسلے میں ساری تفصیلات بیان کی ہیں، طہارت کے سلسلہ میں کچھ ایسے مسائل ہیں، جو عورتوں کے ساتھ خاص ہیں ان کو بھی بالتفصیل ذکر کیا ہے۔

پھر نماز کی فرضیت، پانچوں نمازوں کی تعداد، نماز کے اوقات، مختلف قسم کی نوعیتوں میں نماز کا حکم، سفر میں نماز کے وقت کی تعیین اور اس کے تمام مسائل، مریض و مسافر کی نماز اور جمع بین الصلواتین کے جملہ مسائل۔

اسی طرح اذان کی فضیلت، اس کے اوقات، جمع بین الصلواتین کی صورت میں اذان و اقامت، پھر نماز میں لباس کی نوعیت، اور نماز کن جگہوں میں پڑھنے کی اجازت ہے، اس کا بالتفصیل ذکر، یہاں تک کہ کعبہ شرفہ میں نماز پڑھنے کی کیفیت، نماز کا افتتاح تعوذ و تسبیح سے کرنا، آمین کہنا، اور سورہ فاتحہ کے بعد کی قراءت، رکوع میں کس طرح جانا چاہئے، رکوع سے کس طرح اٹھنا چاہئے، کس طرح سجدہ کرنا چاہئے، ان تمام چیزوں کی تفصیلات، دو رکعتوں کے بعد قعدہ پھر قیام، نماز میں سلام، نماز میں گفتگو کی مخالفت، سلام کے بعد امام کا بیٹھنا، اور کسی موضوع پر گفتگو کرنا، امام اور مقتدی کا مسجد سے واپس جانا، سجدہ سہو، سجدہ تلاوت و شکر، نفلی نماز، ایک رکعت سے وتر بنانا، جن اوقات میں نماز مکروہ ہے، اس میں فقہاء کا اختلاف، جماعت سے نماز کی فضیلت، کس کو امامت کرنی چاہئے، مرد و عورتوں کی امامت کر سکتا ہے یا نہیں، عورت کی امامت، نابینا کی امامت، ناجائز اولاد کی امامت، بچہ کی امامت، ایسے شخص کی امامت جس کی قراءت صحیح نہ ہو، اسی طرح امامت کے تمام مسائل پوری تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

جمعہ کی فرضیت، گاؤں میں جمعہ کی نماز کا مسئلہ، گھر میں جمعہ کی نماز پڑھنے کا مسئلہ، کسی مصلیٰ

کے دو مسجدوں میں نماز پڑھنے کی صورت، اور اس کا حکم، جمعہ کے لئے جامع مسجد میں پہلے پہنچنے کی فضیلت، جامع مسجد تک چل کر جانے کی صورت، جمعہ کے دن حالت خطبہ میں سنت پڑھنے سے متعلق حکم، کہاں کھڑے ہو کر خطبہ دینا چاہئے، خطبہ کے آداب، خطبہ کی مستحب کیفیت، حالت خطبہ میں گفتگو کی کراہت، خطبہ کو غور سے سننا، جمعہ کے دن مسجد میں مصلیوں کا گونا مار کے بیٹھنا، قراءت جمعہ میں دعائے قنوت کا مسئلہ، غرض یہ کہ جمعہ کے تمام جزئی اور تفصیلی مسائل کا پورا ذکر، اسی طرح صلاۃ الخوف کی رکعتوں کی تعداد، صلاۃ الخوف میں نماز کا قصر، عیدین کی نماز کے جملہ مسائل، کسوف کی نماز کا وقت اور اس کا خطبہ، استسقاء کی نماز اور اس کا طریقہ، صلاۃ الاستسقاء کے خطبہ میں امام کو کس طرح اپنی چادر پلٹنی چاہئے، بارش کے آثار دیکھ کر خاموش رہنے کی کیفیت، صلاۃ الاستسقاء چھوڑنے والے کا حکم، جنازہ کی نماز اور اس کا طریقہ، میت کو غسل دینا اور اس کی تجہیز و تکفین، شہید کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے، مسلمانوں کے شہداء کا کفار کے مردوں سے اختلاط کا مسئلہ، جنازہ اٹھانے کا طریقہ، جنازہ کی نماز اور اس میں کتنی تکبیریں ہوں، میت کو کس طرح قبر میں رکھنا چاہئے، دفن کرنے کے وقت کیا پڑھنا چاہئے، میت کے جملہ مسائل کا تذکرہ۔

کتاب الام کی پہلی جلد کتاب الجناز پر مکمل ہوتی ہے اور دوسری جلد کتاب الزکاة سے شروع ہوتی ہے، فرضیت زکاة کے ساتھ جانوروں کی زکاة کا ذکر بالتفصیل موجود ہے، زکاة کے نکالنے میں نیت ضروری ہے، یتیموں کے مال میں زکاة دینے کا مسئلہ، اسی طرح سے یتیموں، انکس اور زراعت اور دیگر پیداوار کی زکاة دینے کا ذکر، مال تجارت میں زکاة کا طریقہ، زکاة فطر کب ادا کی جائے گی، صدقات کی تقسیم کا بیان، اس کی تمام جزئیات کے بارے میں مفصل بیان، روزہ کا بیان اور اس کی تمام قسموں کا ذکر، اعتکاف کا مسئلہ، حج کی فرضیت، اور جن لوگوں پر حج فرض ہوتا ہے، ان کی قسمیں، کسی مرحوم کی طرف سے حج کرنے کا مسئلہ، حج کے لئے قرض لینے کا مسئلہ، غلام اور عورت کا حج، اس بارے میں ائمہ کا اختلاف، وہ کون سی حالت ہے جس میں حج بدل کرنا صحیح ہے، اور وہ کون شخص ہے جو حج بدل نہیں کر سکتا، احرام اور مناسک حج و عمرہ کی تفصیلات، سرزمین حرم کی اہمیت، تلبیہ کے الفاظ، اور اس کا

استحباب، حجر اسود کا بوسہ لینا، اور اس کے لئے دعا پڑھنا، ازدحام کی حالت میں حجر اسود کے استلام کا طریقہ، طواف کی فضیلت اور اس کے مسائل، احرام کی حالت میں کون سا شکار ممنوع ہے۔

ارکان اسلام کی جزئیات اور ان کی تفصیلات، ان کے مسائل و فتاویٰ، اس کے علاوہ اور بھی زندگی میں پیش آنے والے مسائل کو امام شافعیؒ نے اپنی کتاب جس کی نسبت ماں کی طرف ہے، میں پوری وضاحت اور تفصیل کے ساتھ شامل کیا ہے۔

امام شافعی اور فقہ مقارن:

اب نمونے کے طور پر چند ایسے مسائل جس میں امام شافعی اور دیگر ائمہ کے درمیان کچھ اختلاف ہے، مثلاً تارک الصلاۃ کے بارے میں امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ وہ کافر یا مرتد نہیں ہوتا، لیکن اس پر قتل جاری ہوگی، امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ایسے تارک الصلاۃ کو تین دن قید میں رکھ کر مہلت دی جائے گی، اگر وہ اس درمیان توجہ کر کے نماز شروع کر دے تو بہتر ہے، ورنہ اس کو اتنے کوڑے لگائے جائیں، جس کی وجہ سے اس کے جسم سے خون جاری ہو جائے۔

نفل عبادت کے بارے میں امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ اس کو شروع کرنے کے بعد پایہ تکمیل تک پہنچانا ضروری ہے، اگر دوران عبادت کسی عذر کی بنا پر وہ فاسد ہو جائے، تو اس کی قضا کرنا واجب نہیں ہے، لیکن حنفیہ کے نزدیک اس کی قضا واجب ہے، اس کی دلیل دونوں اماموں کے پاس موجود ہے۔

زکاۃ کے بارے میں امام شافعیؒ اور امام مالک کا قول یہ ہے کہ ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کرنا جائز نہیں، لیکن امام ابو حنیفہؒ اور دیگر ائمہ، زکوٰۃ کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کرنا جائز قرار دیتے ہیں، دونوں اماموں کے پاس دلیل موجود ہے۔

ماء مستعمل کے بارے میں امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ وہ طاهر ہے، لیکن مطہر نہیں ہے، حنفیہ کا بھی اس پر فتویٰ ہے۔

سمندر کے پانی سے وضو کرنے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں، لیکن سمندر کے جانور کے

بارے میں امام مالکؒ کا قول ہے کہ سوائے بحری خنزیر کے سمندر کے تمام جانور حلال ہیں، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ سوائے مینڈک کے تمام بحری جانور حلال ہیں، امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے کہ سمندر کے جانوروں میں صرف زندہ مچھلی حلال ہے، اگر وہ سمندر کے اندر مر گئی ہو اور سطح آب پر آ جائے تو حرام ہے۔ باقی سارے بحری جانور حرام ہیں، برتن کی پاکیزگی کا مسئلہ بایں طور کہ اگر کتے نے منہ ڈال دیا تو کتنی بار دھونا ضروری ہے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ سات بار دھونا ضروری ہے اور ایک مرتبہ اس میں مٹی لگا کر دھونا ضروری ہے، امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ کتے کے منہ ڈالے ہوئے برتن کو تین مرتبہ دھونا واجب ہے، اور سات مرتبہ دھونا مستحب ہے۔

استنجاء بالید الیمنی: داہنے ہاتھ سے استنجاء کرنا مکروہ تنزیہی ہے، تقریباً یہی خیال امام ابوحنیفہؒ کا بھی ہے، البتہ وہ مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں، بلا عذر کھڑے ہو کر (استنجاء) پیشاب کرنے میں امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ مکروہ تنزیہی کے قائل ہیں، اسی طرح حلال جانور کا پیشاب جس کا گوشت استعمال کیا جاتا ہو، امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نجس ہے۔

عورتوں کے مسائل طہارت میں حیض و نفاس کے مسائل بھی اہمیت رکھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی اقل مدت تین دن تین رات اور اکثر مدت دس دن ہے، لیکن امام شافعیؒ کا قول ہے کہ حیض کی اقل مدت ایک دن ایک رات ہے، اور اکثر مدت پندرہ یوم ہے، استمناء بالیخص فوق الازار یا تحت الازار عورت کی شرمگاہ سے دور رہ کر ائمہ ثلاثہ، امام شافعیؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ کے ہاں جائز ہے، دیگر ائمہ کا بھی یہی خیال ہے۔

زکوٰۃ میں امام شافعیؒ کے نزدیک سونے چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زیورات کی زکوٰۃ بھی واجب ہے، مال یتیم میں امام شافعیؒ اور دیگر ائمہ کے نزدیک زکوٰۃ واجب ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مال یتیم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

فقہ شافعی کی تدریس: چند تجاویز:

فقہ شافعی کے اس مختصر جائزہ کے بعد شاید یہ عرض کرنا مناسب ہو کہ ہندوستان کے تمام

مدارس اسلامیہ میں فقہ اسلامی کی تدریس کے نصاب میں امام شافعیؒ کا فقہی مسلک ایک مستقل مضمون کی حیثیت سے پڑھانا فقہ میں مہارت اور جامعیت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے، لہذا مفتی کو ایک ماہر فن کی حیثیت سے ایسی تربیت دی جائے کہ وہ فقہ اسلامی اور ائمہ اربعہ کے مذاہب فقہیہ سے پوری طرح واقف ہو، اور ائمہ فقہ کے اختلاف اور ان کے استدلالات پر وہ پوری طرح حاوی ہو، بلاشبہ ہدایہ فقہ اسلامی کی ایک جامع کتاب ہے، موجودہ دور میں زندگی کے حالات اور تقاضے اور ان کے فقہی حل اور جواز کی ضرورت پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گئی ہے، ایسے میں مسائل کا حل اگر ایک ہی مسلک میں تلاش کیا جائے تو دشواری اور بعض حالات میں مایوسی سے دوچار ہونا پڑتا ہے، بہت سے تمدنی اور اجتماعی مسائل ایسے بھی ہیں، جو کسی ایک مسلک میں پوری وضاحت کے ساتھ نہیں پائے جاتے، لیکن دوسرے مسلک میں ان مسائل کا اطمینان بخش جواب موجود ہوتا ہے۔

چونکہ فقہ حنفی زندگی کے وسیع رقبہ پر حاوی ہے، اور امام شافعیؒ کے فقہی مسلک سے مقدم ہے، اس کے ماننے والے روئے زمین کے ایک بڑے حصہ میں پائے جاتے ہیں، اس کے باوجود تغیر پذیر دنیا میں بہت سے ایسے حالات کا سامنا ہے، جہاں دوسرے ائمہ فقہ کی آراء و افکار سے قیمتی مدد ملتی ہے، خاص طور سے حضرت امام شافعیؒ کے مسلک میں ایک قسم کا لوچ اور کشش پائی جاتی ہے، شاید اسی کا نتیجہ ہے کہ ہمارے وہ علماء جو تقلید کے قائل نہیں ہیں، فقہ شافعی کی روشنی میں اپنی ترجیحات کو متعین کرتے ہیں، خاص طور پر فاتحہ خلف الامام، رفع یدین، آمین بالجہر، اور قعدہ صلاۃ اور وتر بیک رکعت ادا کرنے کے مسائل کو پیش نظر رکھتے ہیں، اسی طرح زکوٰۃ کی تفصیلات میں اور حج کے بعض مسائل میں امام شافعیؒ کے بتائے ہوئے فقہی اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہیں۔

فقہ اسلامی میں تقابلی مطالعہ کا اہتمام بھی ضروری ہے، ائمہ اربعہ کے علاوہ اور دوسرے اماموں کے فقہی مسائل کو پیش نظر رکھنے اور جدید پیدا شدہ زندگی کے مسائل کا حل ڈھونڈنے میں آسانیاں پیدا ہو سکتی ہیں، اور وقت کی بچت بھی آسانی کے ساتھ ہو سکتی ہے، اس بنا پر میری ناقص رائے ہے کہ برصغیر کے مدارس اسلامیہ کے اندر فقہ اسلامی کے تقابلی درس و مطالعہ کا اہتمام کرنا ہر لحاظ سے

مفید ہے، اس طریقہ کو اختیار کرنے میں بظاہر کوئی قباحت یا کسی فقہی مسلک یا کسی فقیہ و امام کی تنقیص کا ہرگز کوئی امکان نہیں ہے، اس لئے کہ فقہ کا تعلق کتاب و سنت کی باریکیوں اور اس کی گہرائیوں سے ہے، اور ہر امام کتاب و سنت ہی سے اپنے فقہی مسلک پر استدلال کرتا ہے۔

فقہ و اصول فقہ کی تدوین اور امام شافعیؒ کی اولیت:

سب سے پہلے امام شافعیؒ نے فقہ اسلامی کی تدوین کا بیڑا اٹھایا، ان کے دل میں من جانب اللہ یہ بات آئی کہ وہ اصول فقہ کے قواعد کی تدوین کریں، یہی قواعد دراصل علم فقہ کی بنیاد ثابت ہوئے اور علمائے فقہ نے اس سے زبردست استفادہ کیا، ابن خلدون نے تمام علمائے امت کا اجماع نقل کیا ہے کہ اصول فقہ کے قواعد کی تدوین کے بارے میں امام شافعیؒ سب سے پہلے امام ہیں، جن کے ذریعہ یہ عظیم خدمت انجام پذیر ہوئی، اسی کے ساتھ یہ بات بھی صحیح ہے کہ اصول فقہ کے قواعد صرف امام شافعیؒ کی ایجاد نہیں ہے، بلکہ اس سے قبل کے علماء، صحابہ کرام، اور تابعین رضی اللہ عنہم کی زبانوں پر اصول فقہ کے قواعد جاری تھے، لیکن ان کو مدون کرنے کی عظیم خدمت سب سے پہلے امام شافعیؒ نے انجام دی۔ یہی وجہ ہے کہ امام شافعیؒ کی فقہ کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص اس حقیقت کا اعتراف کرے گا کہ انہوں نے اصول فقہ کے قواعد کے ذریعہ احکام کے استنباط کا کام انجام دیا ہے، اور جو بھی ان کی فقہی کتابوں کا مطالعہ کرے گا، بالخصوص کتاب الام اور الرسائل کا تو وہ اس کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ہندوستان میں بہ زبان عربی لکھی ہوئی فقہ شافعی کی کتابیں

مولانا فیصل احمد ندوی بھٹکلی ☆

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے ساتھ ہی خلفائے راشدین نے اسلام کے استحکام اور اس کے دائرے کو وسیع کرنے کی طرف توجہ کی، یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت کے ابتدائی سالوں ہی میں ہندوستان اسلام کی ضیاء پاشیوں سے منور ہوا اور روز بروز سرزمین ہند نے اسلام کے لیے اپنا دامن وسیع کیا، بالخصوص ساحلی علاقوں میں اسلام کی بڑے پیمانے پر اشاعت ہوئی، ابھی تیسری صدی ہجری ختم ہو کر چوتھی صدی شروع بھی نہیں ہوئی تھی کہ بعض ساحلی شہروں میں دس دس ہزار مسلمان نظر آنے لگے جو اپنے اجتماعی شرعی نظام کے ساتھ زندگی گزارتے تھے، جیسا کہ مسعودی نے چیمور کے بارے میں ذکر کیا ہے، وہ لکھتا ہے کہ راجہ کی طرف سے ان کا ایک قاضی ہے جو ان کے معاملات کو حل کرتا ہے۔ یہ ۳۰۴ھ کی بات ہے (۱)۔

مسلمانوں کی ان علاقوں میں آمد بری و بحری دونوں راستوں سے ہوئی۔ بری راستہ براہ ایران و خراسان اور بحری راستہ بحیرہ عرب کا طویل مغربی ساحل، کیرالا کے جنوبی سرے سے گجرات تک، اس پورے ساحلی علاقہ میں یمن و عمان اور خلیج فارس سے تعلق رکھنے والے عرب مسلسل آتے رہے، جو مذہباً شافعی تھے، اس لیے طبعاً ان علاقوں میں فقہ شافعی کو پھیلنے پھولنے کا موقع ملا، یہاں تک کہ چوتھی صدی کے ساتویں دہائی میں جب مشہور سیاح اور جغرافیہ نویس بشاری مقدسی یہاں آیا تو اس کو یہاں کے اکثر لوگ امام شافعی کے پیروں نظر آئے، اس نے یہاں کے باشندوں کو فقہی مذاہب

کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان میں اکثر لوگ اصحاب حدیث ہیں، تاہم یہاں کے قصبات خفی فقہاء سے خالی نہیں ہیں، مالکیہ اور معتزلہ کا یہاں وجود ہی نہیں، نہ حنابلہ کا کوئی اثر ہے (۲)۔

قابل غور یہ ہے کہ اس نے شوافع کا نام لے کر ذکر نہیں کیا، اصحاب الحدیث سے مراد شوافع ہیں، اس لیے کہ یہیں اس نے اہل ظاہر کا داؤد دی کہہ کر ذکر بھی کیا ہے، اس لیے اصحاب الحدیث سے شوافع کو مانے بغیر کوئی چارہ نہیں، اور یہ اس زمانے کی اصطلاح تھی، اہل علم جانتے ہیں کہ اصحاب الراء کے مقابلے میں شافعیہ کے لیے اصحاب الحدیث کی اصطلاح استعمال ہوتی تھی۔

اس تفصیل سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس وقت ہندوستان میں جہاں جہاں مسلمان آباد تھے، ان میں شافعیوں کی کثرت تھی، محمود غزنوی کے عہد تک یہی حال رہا، محمود غزنوی خود ایک شافعی عالم تھے (۳)۔ اور محمود کی طرح دیگر غزنوی سلاطین بھی شافعی مسلک کے پیرو تھے (۴)۔

ساتویں بلکہ آٹھویں صدی تک ہندوستان کے متعدد شافعی فقہاء کا تذکرہ تاریخ و سیر کی کتابوں میں ملتا ہے، ان میں سے معتد بہ علماء کا تذکرہ ہمارے پاس موجود ہے اور یقینی بات ہے کہ ان میں سے بعض علماء نے فقہ میں کتابیں بھی تصنیف کی ہوں گی، بعض کے بارے میں صراحت بھی ملتی ہے کہ وہ صاحب الصحانی فی الفقہ تھے مگر چونکہ متعین طور پر ہمیں ان کی کتابوں کے بارے میں معلوم نہیں، اس لیے یہاں ان کا تذکرہ موضوع سے خارج ہے۔

موجودہ ملکی تقسیم کے لحاظ سے اس وقت شوافع کیرالا، تمل ناڈو، کرناٹک اور مہاراشٹر کے کل ساحلی علاقوں میں، نیز مہاراشٹر کے بعض وسطی علاقوں میں بھی، اسی طرح آندھرا پردیش کے متفرق علاقوں میں، خاص طور پر حیدر آباد میں اور بالخصوص اس میں بارکس کا پورا علاقہ نیز کشمیر میں ایک تعداد اور مدھیہ پردیش اور بہار میں کچھ گھرانے نیز لکھنؤ میں بعض خاندان شافعی مذہب سے وابستہ ہیں، ان بعض علاقوں میں چند گھرانے ہیں، انکی جدید نسل جہالت کی وجہ سے اہل حدیث میں ضم ہو رہی ہے۔

اس طویل عرصے میں اکثر علاقوں میں فقہ شافعی پر مختلف زبانوں میں کتابیں سامنے آئیں، کیرالا میں اکثر کتابیں عربی میں لکھی گئیں، تمل ناڈو میں عربی، عرب تمل، فارسی اور اردو میں، مہاراشٹر

میں عربی، فارسی اور کوئی میں، ممکن ہے کچھ کتابیں مراٹھی میں بھی لکھی گئی ہوں مگر ہمارے علم میں نہیں ہے۔ کرناٹک میں اردو اور بھٹکل و آس پاس کے علاقوں میں اردو کے ساتھ مقامی زبان نوکلی میں بھی اور کشمیر میں فارسی میں لکھی گئیں، اس سب سے قطع نظر یہاں ہمیں صرف عربی میں لکھی ہوئی کتابوں کا مختصر تذکرہ کرنا ہے، ہم علاقوں کے بجائے زمانے کے لحاظ سے تذکرہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے کیرالا کے عالم الشیخ القاضی رمضان الشالیاتی متوفی ۸۰۵ھ کا نام سامنے آتا ہے، عمدۃ الاصحاب کے نام سے ان کی کتاب ہے (۵) جو بظاہر فقہ کے موضوع پر ہے۔

۲- الفقہ المحدث و می المعتمد فی الفقہ الشافعی:

یہ ایک مایہ ناز عالم، عظیم مفسر و فقیہ، اسرار شریعت کے رمز آشنا اور حقائق طریقت کے نکتہ شناس مخدوم فقیہ علی مہائمی (۷۷۹-۸۳۵ھ) کی تصنیف لطیف ہے، المعتمد فی الفقہ الشافعی کے نام سے اس کا مخطوط ماہم میں ان کی درگاہ کے کتب خانے میں موجود ہے، یہ نسخہ خوشخط ۲۵۹ اوراق میں ۱۱۲۹ھ کا مرقومہ ہے، ہمارے پاس اس کی سی ڈی موجود ہے، نیز فقہ مخدومی کے نام سے متعدد کتب خانوں میں اس کے قلمی نسخے موجود ہیں، اور اسی نام سے ۱۳۱۲ھ میں بمبئی سے مع اردو ترجمہ مطبع گلزار حسینی سے شائع ہوا تھا، مترجم: مولانا عبدالعزیز بن عبدالسلام عثمانی ہزاروی ہیں، کہیں کہیں مختصر حاشیہ ہے، دوسری دفعہ مع الترجمہ ۱۴۰۸ھ میں بمبئی ہی سے شائع ہوا، ترجمہ بقلم مولانا محمود اختر القادری، اس کا دوسرا ایڈیشن رضا فاؤنڈیشن ماہم ممبائی نے ۱۴۱۵ھ میں شائع کیا۔

۳- انعام الملک العلّام باحکام حکم الاسلام: تالیف علامہ مہائمی:

مکتبہ سعید یہ حیدرآباد میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے، اس کا نام اسرار الفقہ بھی ہے جیسا کہ محی الدین مومن نے ذکر کیا ہے (۶)۔ امام الدین گشن آبادی نے ان کو دو الگ الگ مستقل کتابوں کے طور پر ذکر کیا ہے (۷)۔ یہ کتاب احکام کے مصالح و حکم اور اسرار شریعت کے بیان میں ہے اور مولانا عبدالحی حسنی کے بقول: گمان غالب یہ ہے کہ یہ اس فن کی سب سے پہلی کتاب ہے، نیز وہ لکھتے ہیں:

میرے نزدیک ہندوستان کے ہزار سالہ دور میں شاہولی کے سوا حقائق نگاری میں ان کا کوئی نظیر نہیں (۸)۔

۴۔ فتاویٰ مخدومیہ:

یہ بھی علامہ مہانگی کی کتاب ہے، امام الدین گلشن آبادی نے اس کا تذکرہ کیا ہے (۹)۔

۵۔ حلیۃ البنات والبنین فیما یحتاج الیہ من امر الدین:

اس کے مصنف علامہ زمانہ جمال الدین محمد بن عمر المعروف بہ ”بحرق“ ہیں، ان کی پیدائش حضرت موت میں ہوئی، یمن و حجاز کے علماء سے استفادہ کر کے ہندوستان تشریف لائے اور مظفر شاہ حلیم گجراتی کے دربار میں بار پایا، ان کے اساتذہ میں علامہ سخاوی بھی شامل ہیں، مظفر شاہ حلیم نے آپ کی بڑی قدر کی، اور آپ سے حدیث کا درس بھی لیا، حدیث کے علاوہ فقہ و تصوف، تجوید و قرأت، نحو و لغت اور شعر و ادب میں بھی آپ کو درک حاصل تھا، متعدد فنون میں تیس سے زیادہ آپ کی تصانیف ہیں، مظفر شاہ حلیم کے دربار میں آپ کی قدر و منزلت اور عمومی طور پر آپ کی غیر معمولی مقبولیت کی وجہ سے امراء آپ سے حسد کرنے لگے، یہاں تک کہ ۲۰ شعبان ۹۳۰ھ کی شب زہر دے کر آپ کو ہلاک کرا گیا، احمد آباد میں مدفون ہیں (۱۰) مذکورہ کتاب مطبوع ہے (۱۱)۔

نیز یہ کتاب حلیۃ البنات والبنین وزینۃ الدنیا والدین کے نام سے بھی قاہرہ سے شائع ہو چکی ہے (۱۲)۔

۶۔ مصتعة الاسماع باحکام السماء: تالیف علامہ جمال الدین بحرق:

یہ شیخ کمال الدین ابوالفضل، جعفر بن تغلب الشافعی (متوفی ۷۴۹ھ) کی کتاب الامتاع فی احکام السماء (۱۳) کا اختصار ہے۔

۷۔ المقتصد:

یہ اپنے زمانے کے مشہور عالم و فقیہ اور شیخ طریقت شیخ مخدوم فقیہ اسماعیل صدیقی سکری بھٹکی

(متوفی ۹۴۹ھ) کی تصنیف ہے، قرآن وحدیث کے دلائل کیساتھ اسرار وحکم کی توضیح کرتے ہوئے احکام بیان کیے ہیں، یہ کتاب مفقود ہے (۱۳)۔

۸- حاشیہ علی ارشاد ابن المقرئ:

اس کے مصنف شیخ زین الدین بن علی المعمری الملبیاری المعروف بالمخدوم الکبیر (۸۷۱-۹۲۸ھ) ہیں، اپنے عہد کے کبار علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے، وہ ایک بہت بڑے عالم، فقیہ، محدث، داعی، شیخ طریقت، سیاسی رہنما اور مجاہد تھے، شیخ الاسلام زکریا انصاری (متوفی ۹۲۵ھ) سے آپ کو تلمذ تھا، نیز جامع ازہر کے متعدد علماء و مشائخ سے آپ نے کسب فیض کیا (۱۵)۔

ان کی بیس سے زیادہ کتابیں ہیں، اکثر کتابیں کیرالا میں مشہور ہیں اور متعدد کتابیں طبع بھی ہو چکی ہیں، ان کی ایک مشہور ترین کتاب ان کا منظوم رسالہ ہے، جس کا نام ”نحریض اہل الایمان علی جہاد عبدة الصلبن“ ہے جس کو انہوں نے پرتگالیوں کے خلاف جہاد پر ابھارنے کے لیے لکھا تھا، یہ برصغیر کی تحریک آزادی کا سب سے پہلا منشور ہے، یہ ہندوستان میں پرتگالیوں کا ابتدائی دور تھا، شیخ کا انتقال ۹۲۸ھ مطابق ۱۵۲۱ء میں ہوا ہے۔

زیر تذکرہ کتاب حاشیہ علی ارشاد ابن المقرئ کے بارے میں شیخ اے بی محمد علی موسلیار تحفۃ الاختیار میں لکھتے ہیں: ”حاشیہ وافیہ محققہ“۔

امام شرف الدین اسماعیل بن ابی بکر المقرئ البیہقی (۸۳۶ھ) کی کتاب ”الارشاد“ فقہ شافعی کی مشہور اور وسیع کتابوں میں ہے، متعدد کبار علماء نے اس کی شرح لکھی ہے، ان میں حافظ ابن حجر عسقلانی بھی شامل ہیں، شیخ زین الدین کبیر کا یہ محققانہ حاشیہ اسی کتاب پر ہے۔

۹- کفایۃ الفرائض فی اختصار الکافی فی علم الفرائض: تالیف شیخ زین الدین مذکور:

۱۰- ارکان الصلاة:

یہ شیخ زین الدین مذکور کے صاحبزادہ والا تبار شیخ عبدالعزیز پونانی (۹۱۰-۹۹۳ھ) کی

تصنیف ہے (۱۶)۔

۱۱-۱۲- قرۃ العین بہمات الدین اور اس کی شرح فتح المعین :

ان دونوں کتابوں کے مصنف شیخ زین الدین کبیر کے پوتے علامہ شیخ احمد زین الدین بن القاضی محمد الغزالی بن الشیخ زین الدین (۹۳۸-۱۰۲۸ھ) ہیں، دادا کو شیخ زین الدین مخدوم کبیر اور پوتے کو تمیز کے لیے زین الدین مخدوم صغیر کہا جاتا ہے، وہ اپنے زمانے کے بہت مشہور عالم تھے، وہ ایک دقیقہ رس فقیہ، جلیل القدر محدث اور عظیم مؤرخ تھے، معرفت و سلوک سے بھی حصہ وافر پایا تھا، بعض اہل نظر نے ان کو ہندوستان کا سب سے بڑا شافعی فقیہ قرار دیا ہے، فقہ کی تحصیل و تکمیل مشہور محقق فقیہ علامہ ابن حجر ہیتمی مکی (متوفی ۹۷۵ھ) سے کی (۱۷)، جن کو وہ اپنی کتاب میں شیخنا سے ذکر کرتے ہیں۔

شیخ زین الدین صغیر کی ایک کتاب تحفۃ الجاہدین فی احوال البر تغالین بھی شہرہ آفاق کتاب ہے۔ کم سے کم بارہ زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے، جن میں چھ مغربی زبانیں بھی شامل ہیں، یہ کتاب برصغیر میں فرنگی تسلط کی سب سے پہلی تاریخ ہے، اسی طرح کیرالا کی تاریخ میں بھی اس کو اولیت کا مقام حاصل ہے۔

شیخ کی کتاب فتح المعین فقہ شافعی کے مشہور اور جامع مختصرات میں سے ہے، ہندوستان میں فقہ شافعی پر عربی زبان میں لکھی جانے والی کتابوں میں یہ سب سے وسیع اور مایہ ناز کتاب ہے، ہندوستان کے شافعی حلقہ مدارس میں آج تک شامل نصاب ہے، مصر و شام اور یمن و حجاز میں بھی ایک زمانے میں اس کا بڑا چلن تھا، مصری، یمنی اور حجازی علماء نے اس کے حواشی لکھے ہیں، جن کی تفصیل طوالت کا باعث ہوگی، حال میں مکہ مکرمہ سے اس کا ایک اچھا ایڈیشن شائع ہوا ہے۔

۱۳- الفتاویٰ الہندیۃ :

۱۴- الاجوبۃ العجیبۃ عن الاسئله الغربیۃ :

یہ ان کے چند فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جو شیخ محمد علی موسلیار کے بقول چھپ چکا ہے۔

۱۵- احکام احکام الزکاح:

اپنے موضوع پر بہت مفید کتاب ہے، کئی دفعہ چھپ چکی ہے۔

۱۶- المنہج الواضح فی شرح احکام احکام الزکاح:

شیخ محمد علی موسلیار کے الفاظ میں ”کتاب جلیل نافع مفید“ انہی کے بقول اس کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ چوتھا ایڈیشن ۱۳۰۳ھ میں چھپا تھا۔ یہ چاروں کتابیں شیخ زین الدین صغیر کی ہیں۔

۱۷- الجواہر فی عقوبۃ اہل الکباہر:

یہ کتاب بھی مصنف مذکور کی ہے، اس کا موضوع بھی فقہ سے قریب ہے، اس لیے اس کو اس فہرست میں شامل کرنے کی گنجائش ہے۔

۱۸- مقاصد الزکاح: تالیف قاضی جمال الدین محمد بن قاضی عبدالعزیز کالیکوٹی (۹۸۰ھ-۱۰۲۵ھ) نکاح کے فضائل اور احکام میں پانچ سوا شعاع پر مشتمل ایک منظوم رسالہ ہے، یہ غیر مطبوع ہے (۱۸)۔

شیخ قاضی جمال الدین محمد بن قاضی عبدالعزیز کالیکوٹی کیرالا کے مشہور کبار علماء میں سے تھے، ان کے والد بھی بڑے عالم تھے، اپنے والد سے اکثر کتابیں پڑھ کر شیخ زین الدین مخدوم صغیر کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، کچھ عرصہ حرمین میں قیام کر کے وہاں کے علماء سے استفادہ کیا، علوم شرعیہ کے ساتھ علوم ادبیہ میں بھی کمال حاصل تھا، فرنگیوں کے سخت دشمن تھے، ان کی ایک کتاب ہے الفتح المبین للسامری الذین یحب المسلمین ہے، اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہے (۱۹)۔

۱۹- ملقط الفرائض فی علم الفرائض:

۲۰- منتخبات الفرائض:

یہ دونوں کتابیں بھی قاضی محمد مذکور کی ہیں (۲۰)۔

۲۱- القول المبین فی ذراری المشرکین:

۲۲- الدر النفیس فی شرح قول محمد بن ادریس:

یہ دونوں کتابیں علامہ محمد باقر آگاہ ناطلی ویلوری (۱۱۵۸-۱۲۲۰ھ) کی ہیں، یہ علامہ باقر آگاہ نادرہ روزگار عالم اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے ادیب تھے۔ ہندوستان کی طویل تاریخ میں معدودے چند عربی ادب کے ماہرین میں ان کا شمار ہوتا ہے، ان کا یہ بھی امتیاز ہے کہ علمی و دینی موضوعات کے لیے انہوں نے سب سے پہلے اردو نثر استعمال کی، حدیث و فقہ میں بھی ان کو بڑا درک تھا۔ ان کی تصنیفات کی تعداد تین سو سے زیادہ اور بعض محققین کے مطابق ساڑھے پانچ سو سے بھی متجاوز ہے، جو عربی، فارسی، اردو تینوں زبانوں میں ہیں۔ مذکورہ دونوں کتابوں کا انہوں نے اپنی بعض تصنیفات میں ذکر کیا ہے، جواب دستیاب نہیں ہیں (۲۱)۔

۲۳- الفوائد الصبغیۃ فی شرح الفرائض الرحبۃ:

یہ علامہ محمد غوث شرف الملک ناطلی (۱۱۶۶ھ-۱۲۳۸ھ) کی تصنیف ہے، آپ نواب اعظم الدولۃ نواب کرناٹک کے دیوان یعنی وزیر تھے، علمی پایہ بہت بلند تھا، متعدد کتابیں ان کی یادگار ہیں، ان کی ایک معرکہ الآرا کتاب نشر المرجان فی رسم نظم القرآن سات ضخیم جلدوں میں دائرۃ المعارف حیدرآباد سے چھپی ہے، جو اپنے موضوع پر بے نظیر ہے، مذکورہ کتاب الفوائد الصبغیۃ اپنے دونوں فرزندوں مولوی عبدالوہاب مدار الامر اور مولوی صبغتہ اللہ بدر الدولہ کے لیے لکھی تھی، اس کے قلمی نسخے مدرسہ محمدی دیوان صاحب باغ مدراس اور دیگر شخصی خاندانی کتب خانوں میں موجود ہیں۔

۲۴- نہور الفوائد و بحور الفرائض: تالیف علامہ محمد غوث شرف الملک:

یہ کتاب علم الفرائض میں ہے، غالباً اس کا کوئی نسخہ موجود نہیں ہے۔

۲۵- کفایۃ المبتدی: علامہ محمد غوث شرف الملک:

یہ ایک مختصر رسالہ ہے، جس میں طہارت، نماز، جنازہ، زکاۃ، صوم، اعتکاف، حج اور عمرہ کے مسائل آسان سادہ زبان میں ابتدائی طلبہ کے لیے لکھے ہیں۔ مدرسہ محمدی مدراس کے کتب خانے میں اس کا نسخہ موجود ہے۔

۲۶- تعلیقات علی مختصر ابی شجاع: تالیف علامہ محمد غوث شرف الملک:

مختصر ابی شجاع، جو متن ابی شجاع اور متن الغایۃ والتقریب کے ناموں سے بھی مشہور ہے، فقہ شافعی کا ایک نہایت مختصر اور جامع ترین متن ہے، ایسا مختصر اور جامع متن شاید کسی فقہ میں موجود نہیں، یہ متن پوری شافعی دنیا میں عام اور رائج ہے، دسیوں فقہاء نے اس پر شروح و حواشی کا کام کیا ہے، انہی میں یہ ایک حاشیہ ہے، اس کے کسی نسخے کی موجودگی کا علم نہیں ہے۔

۲۷- مجموعۃ مسائل الفقہ الشافعی: تالیف علامہ محمد غوث شرف الملک:

یہ نکاح و طلاق کے مسائل پر ایک مختصر اور مفید رسالہ ہے، مدرسہ محمدی مدراس کے کتب خانے میں اس کا نسخہ موجود ہے۔

۲۸- بسط المیدین لاکرام الابوین: تالیف علامہ محمد غوث شرف الملک:

والدین کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک کے وجوب پر یہ مختصر رسالہ ہے، جو شائع ہو کر بہت مقبول ہوا، اس کا فارسی اور اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے (۲۲)۔

۲۹- مقاصد النکاح: تالیف قاضی عمر بلنگوٹی (۱۱۷۹ھ - ۱۲۷۳ھ)

یہ نکاح کے احکام کے بیان میں ایک ہزار اشعار پر مشتمل عظیم فوائد کا حامل ایک منظوم رسالہ ہے، اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ مولوی محمد مسلیار بن عبداللہ الایوری (م ۱۳۳۴ھ) کا اس پر ایک حاشیہ بھی ہے۔

قاضی عمر بلیکٹوٹی یا ولنگٹوٹی، ولنگوڈ (کیرالا) کے مشہور عالم، فقیہ و مفتی، باکمال شاعر اور صاحب کرامات اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے، انگریزی حکومت کے سخت مخالف تھے، اس کے لیے انہیں قید و بند سے بھی گزرنا پڑا، عوام پر ان کا بڑا اثر تھا (۲۳)۔

۳۰۔ کتاب الذبح والاصطیاد: تالیف قاضی عمر بلیکٹوٹی:

ذبح و صید کے احکام میں ایک جلیل القدر کتاب ہے، اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

۳۱۔ رسالۃ فی حکم العقیق:

یہ بھی قاضی عمر بلیکٹوٹی کی تصنیف ہے، عقیق کوے کے مشابہ ایک پرندہ ہے۔ اس میں انہوں نے اس کا شرعی حکم بیان کیا ہے، یہ ایک منظوم رسالہ ہے۔

۳۲۔ الطارق فی رد المارق:

علامہ محمد صیفۃ اللہ المعروف بہ قاضی بدر الدولہ مدراسی نانٹی (۱۲۱۱ھ - ۱۲۸۰ھ)۔

ایک زمانے میں مدراس میں یہ بحث چھڑی تھی کہ شافعیوں کے نزدیک وتر کی نماز تین رکعت فصل کے ساتھ پڑھنا افضل اور وصل کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے، مسجد والا جاہی میں امام حنفی مسلک کے مطابق وتر کی نماز وصل کے ساتھ پڑھتا تھا، شافعیوں نے مسجد کے ایک گوشے میں اپنے امام کے پیچھے پڑھنا شروع کیا، کسی نے قاضی بدر الدولہ سے فتویٰ پوچھا تو انہوں نے قتال اور قاضی حسین کے اقوال کی قوت کے ساتھ تردید کی کہ وصل کی کراہت اور عدم صحت کا قول درست نہیں ہے، اور امام رافعی اور امام نووی کے قول کی تصویب کی کہ فصل کے ساتھ پڑھنا افضل ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وصل مکروہ نہیں ہے، اس کے ثبوت میں انہوں نے چند حدیثیں نقل کیں اور لکھا کہ جب وصل اور فصل دونوں ثابت ہے تو اس کی وجہ سے جماعت کی تفریق نہیں ہونی چاہیے، پھر انہوں نے مسلمانوں کے مابین اتحاد و اتفاق، اور تفریق و اختلاف کے مٹانے کے سلسلے میں چند حدیثیں نقل کی ہیں، جب یہ فتویٰ شائع ہوا تو بمبئی کے چند گناہ شافعی علماء نے اس فتوے پر تنقید کی اور جب ۱۲۶۵ھ

میں اس کو چھپوا کر بہی سے شائع کیا، جب یہ فتویٰ قاضی صاحب کے پاس پہنچا تو انہوں نے الطارق فی رد المارق کے نام سے اس پر سخت تنقید لکھ کر ناقدین کی غلطیاں ظاہر کیں۔ اس کا تیس قلمی نسخہ مدرسہ محمدی دیوان صاحب باذخ مدراس کے کتب خانے میں موجود ہے۔

۳۳- فقہ العین لمن ابدع بالمشین: تالیف قاضی بدرالدولہ:

قاضی بدرالدولہ، علامہ زمانہ اور فاضل یگانہ تھے، وہ دقیقہ رس اور وسیع النظر فقیہ و مفتی، جلیل القدر اور صاحب نظر محدث، متنوع علوم و فنون کے ماہر اور عظیم مصنف تھے، قاضی صاحب کی انتیس کتابیں عربی میں، چوبیس کتابیں فارسی میں اور چودہ کتابیں اردو میں ہیں، جنوبی ہند میں اردو نثر کو پروان چڑھانے میں ان کا بڑا کردار ہے، ان کی کتاب فوائد بدریہ اردو نثر میں سیرت کی سب سے پہلی کتاب ہے، قاضی صاحب کی حیثیت قاضی القضاۃ اور شیخ الاسلام کی تھی، آپ ڈاکٹر حمید اللہ کے حقیقی دادا تھے (۲۴)۔

۱۲۴۲ھ میں رگی زونی نان پاؤ کے متعلق مدراس کے عوام میں یہ مشہور ہوا تھا کہ تاڑی سے اس کا خمیر اٹھایا جاتا ہے، اس لیے بعض لوگوں کو اس کی حلت کے متعلق شبہ پیدا ہو گیا تھا، قاضی صاحب کے سامنے یہ سوال پیش ہوا تھا تو انہوں نے اولاً یہ لکھا کہ محض سنی سنائی بات پر کوئی چیز حرام نہیں ہو جاتی جب تک قطعی ثبوت بہم نہ پہنچے، پھر اگر اس کی خمیر میں تاڑی ملائی بھی جاتی ہے تو ہیئت کے بدل جانے سے وہ جائز ہو جاتی ہے، شراب اگرچہ حرام ہے مگر جب اس کی ہیئت بدل کر سرکہ بن جاتی ہے تو وہ حلال ہو جاتی ہے، اس فتوے کی صحت پر قاضی صاحب کے بڑے بھائی مولوی عبدالوہاب مدار الامراء اور شیخ محمد زین بن شریف عثمان المدنی کے دستخط ثبت تھے۔ مدراس کے بعض علماء نے اس فتوے کے سخت ترین مخالفت کی، ان کی سرگروہ مولانا اسد علی مودودی تھے، جنہوں نے فرنگی روٹی کو حرام قرار دیا۔

ہندوستان میں فارسی زبان میں لکھی ہوئی فقہ شافعی کی کتابیں

مولانا فیصل احمد ندوی بھٹکلی ☆

محمود غزنوی کی فتوحات ہند ہی سے غالباً ہندوستان میں فارسی زبان کی بنیاد پڑتی ہے۔ پھر غوری، خاندان غلامان، خلجی، تغلق سلاطین تا آنکہ ۱۸۵۷ء تک جب بہادر شاہ ظفر کے ساتھ ہندوستان میں مسلمانوں کی آخری سلطنت، سلطنت مغلیہ کا سورج غروب ہوا، ہندوستان کی سرکاری زبان فارسی رہی، اس لئے طبعاً عربی کے ساتھ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہی فارسی یہاں کی علمی زبان رہی، اسی وجہ سے تمام علوم و فنون کی کتابیں اس زبان میں لکھی گئیں۔

محمود غزنوی اور دیگر غزنوی سلاطین خود شافعی مسلک کے پیرو تھے (۱)۔ محمود غزنوی نے جب ہندوستان کا رخ کیا تو اس کے ساتھ شافعی علماء کی ایک تعداد تھی، جن میں بعض نے ہندوستان میں اقامت اختیار کی تھی (۲)۔ لیکن ہمیں اس زمانے میں لکھی ہوئی فقہ شافعی کی کسی فارسی کتاب کا علم نہیں۔

۱۔ ہندوستان میں لکھی ہوئی فقہ شافعی فارسی کتابوں میں سب سے پہلی کتاب جس کا پتا چلتا ہے وہ امیر کبیر سید علی ہمدانی (متوفی ۷۸۶ھ) کی تصنیف مالا بدمنہ ہے۔ بہت سے لوگوں کے لئے یہ ایک انکشاف ہوگا کہ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی جن کا شمار ہندوستان کے چند گنے چنے داعیان اسلام میں ہوتا ہے وہ مذہباً شافعی تھے۔ اپنے عہد کے بہت بلند پایہ صوفی، نامور عالم اور عظیم داعی تھے۔ ۷۷۳ھ یا ۷۸۰ھ میں مختلف ملکوں کی سیاحت کرتے ہوئے سات سوا صاحب کے ساتھ کشمیر تشریف لائے تو ہزاروں لوگوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، تقریباً پورا کشمیر ان کے ہاتھ پر

☆ استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

مسلمان ہوا۔ انہوں نے اپنے مسٹر شہین اور عام مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے دسیوں اور بقول بعض سیکڑوں کتابیں تصنیف کیں (۳)۔ انہی میں سے فقہ شافعی کے مسائل پر مشتمل یہ کتاب مالا بدمنہ ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے زمانے میں کشمیر کی عمومی آبادی شافعی تھی۔ پھر اس کے بعد کشمیر میں حنفیت نے کیسے فروغ پایا اس کا صریح کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا، بظاہر اس کی وجہ صوبہ کشمیر کے دہلی حکومت کے ماتحت ہونا ہے، اس کی وجہ سے غالباً آہستہ آہستہ یہ پورا علاقہ فقہ حنفی کا پیرو ہوا، بہر حال ایک عرصے تک یہ کتاب پردہ خفا میں رہی، یہاں تک کہ اسی نام سے فقہ حنفی میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی کتاب مالا بدمنہ نے بڑی شہرت حاصل کی۔ امیر کبیر کی اس کتاب کو حال میں ایک بزرگ کشمیری شافعی عالم مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی ازہری نے اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کیا ہے (۴)۔

۲۔ تعلیقات قاضی محمود بر معاملات گووا: تالیف قاضی محمود کبیر (متونی ۹۹۵):

قاضی محمود بن قاضی احمد اپنے زمانے کے بہت مشہور عالم و فقیہ تھے۔ کوکن کے پورے علاقے کے قاضی القضاۃ تھے، علامہ قاضی بدرالدولہ انہی کی نسل سے ہیں، چونکہ ان کے ایک پوتے نے بھی قاضی محمود کے نام سے شہرت پائی، اس لئے جد کو قاضی محمود کبیر اور پوتے کو قاضی محمود صغیر کہا جاتا ہے۔ مذکورہ کتاب فقہ کی ایک وسیع کتاب ہے، جس سے قاضی محمود کی فقہی بصیرت اور فقہی مطالعے کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے، اس میں انہوں نے متعدد قضاۃ کے فقہی جوابات پر تعلق لکھی ہے اور بعض کے غلط جوابات پر بڑی سخت تنقید کی ہے۔ مدرسہ محمدی دیوان صاحب باغ مدراس کے کتب خانے میں اس کے متعدد نسخے ہیں (۵)۔

۳۔ مختصر مالا بدمنہ: تالیف قاضی محمود صغیر:

یہ کتاب شیخ نور الدین محمد کی نام کی کتاب مالا بدمنہ کا اختصار ہے، اس کا مخطوطہ مدراس میں موجود ہے، آپ قاضی محمود کبیر کے صاحبزادے قاضی رضی الدین مرتضیٰ (۱۰۴۳ھ) کے فرزند تھے (۶)۔

- ۴- رسالہ دررد مسئلہ زیارت قبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم: تالیف علامہ محمد غوث شرف الملک۔
صاحب گلزار عزیز نے ان کی غیر مطبوعہ فارسی کتابوں میں اس کا ذکر کیا ہے (۷)۔
- ۵- مفید الطالبین: تالیف مولانا محمد سعید اسلمی ناطلی (۱۱۹۴ھ ۱۲۷۲ھ)۔
یہ فقہ شافعی پر ایک جلد میں ضخیم کتاب ہے، اس کا قلمی نسخہ مدرسہ محمدی مدراس کے کتب خانے میں موجود ہے۔

اس کے مصنف مولانا محمد سعید اسلمی اپنے عہد کے بہت مشہور اور ممتاز عالم تھے اور بڑے فاضل تھے، علامہ بحر العلوم مولانا عبد العلیٰ فرنگی محلی سے خصوصی تلمذ تھا۔ حاکم مدراس نواب اعظم جاہ نے ان کو سرراج العلماء کے خطاب سے نوازا تھا، نواب اعظم جاہ نے حرمین شریفین کے امور کی نگرانی کے لئے ان کو حجاز روانہ کیا تھا جہاں انہوں نے دس سال قیام کر کے اہم خدمات انجام دیں۔ ان کا ایک عظیم کارنامہ شاہ عبدالعزیز کی شہرت یافتہ کتاب ”تحفۃ اثنا عشریہ“ کا عربی میں ترجمہ ہے، جس کا ایک نسخہ مدرسہ محمدی مدراس کے کتب خانے میں موجود ہے۔ تفسیر میں بھی ان کا پایہ بلند تھا، تفسیر مواہب الرحمن کے نام سے آٹھ ضخیم جلدوں میں انہوں نے فارسی میں قرآن مجید کی تفسیر لکھی ہے جس کے دو آخری اجزاء مطبع جامع الاخبار مدراس میں ۱۲۶۱ھ میں چھپے تھے (۸)۔

۶- رسالہ دراجتہاد: از مولانا محمد سعید اسلمی۔

۷- منہج الصواب فی حکم العزاب۔

۸- رسالہ دررویت ہلال: مطبوعہ مطبع عزیزی مدراس ۱۳۱۹ھ۔

۹- رسالہ شروط اقتداء: مطبوعہ مطبع عزیزی مدراس ۱۳۱۸ھ۔

۱۰- رسالہ درتحریم لہو: مطبوعہ مطبع محمدی مدراس ۱۳۱۸ھ۔

۱۱- ارشاد الضال الی صوم ست شوال۔

۱۲- رسالہ درحلیت نان فرنگی۔

۱۳- رسالہ درجواز گفتن انا مومن انشاء اللہ۔

یہ ساتوں رسائل علامہ بدرالدین قاضی صبغة اللہ ناکٹی مدراسی (۱۲۱۱ھ-۱۲۸۰ھ) کے ہیں۔ جوڈاکٹر حمید اللہ مرحوم کے حقیقی دادا ہیں۔ وہ اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم، جلیل القدر محدث، ممتاز فقیہ، مختلف علوم کے ماہر اور عظیم مصنف تھے، وہ حکومت مدراس میں قاضی القضاة کے عہدے پر فائز تھے۔ اردو نثر کو علمی زبان کے طور پر استعمال کرنے کا سہرا انہی کے سر بندھتا ہے، انہیں یہ بھی امتیاز ہے کہ اردو میں سیرت نبوی میں ”فوائد بدریہ“ کے نام سے سب سے پہلی کتاب انہوں نے ہی لکھی، اسی طرح فیض الکریم کے نام سے اردو میں سب سے پہلی مفصل تفسیر قرآن کا آغاز بھی انہی کا کارنامہ ہے جس کو ان کے متعدد صاحبزادگان نے یکے بعد دیگرے مکمل کیا جو تقریباً سات ہزار صفحات میں مکمل ہوئی ہے (۹)۔

۱۴- رد فتویٰ مولوی ارتضاعلی خاں در تلویث مساجد۔

قاضی ارتضاعلی خاں خوشنود گویا مولوی مدراس کے بڑے اور مشہور علماء میں تھے، تلویث مساجد سے متعلق ان کے فتوے اور بعض علماء کی اس پر تنقید، پھر ان کی طرف سے تنقید پر تنقید، آخر میں مولوی عبدالباقی قندھاری کی کڑی تنقید ہے۔ قاضی بدرالدولہ نے ان تمام باتوں کو اس رسالے میں جمع کیا ہے، اس کا قلمی نسخہ مدراس میں ہے۔

۱۵- فیصلنا مجاہات: قاضی بدرالدولہ یکم جمادی الثانی ۱۲۳۹ھ سے ۱۳ شعبان ۱۲۷۳ھ تک قاضی رہے، اس عرصے میں انہوں نے جو فیصلے کئے، یہ کتاب ان کا مجموعہ ہے، اس کے متعدد نسخے مدراس میں ہیں۔

۱۶- فتاویٰ صبغیہ: قاضی بدرالدولہ نے اپنے زمانے میں جو فتوے لکھے تھے، ان کو ان کے فرزند مولوی احمد نے جمع کیا تھا، جو بڑی تقطیع کے تقریباً چھ سو صفحات پر مشتمل ہے، اس کا قلمی نسخہ مدرسہ محمدیہ کے کتب خانے میں ہے۔

۱۷- کتاب فقہ شافعی: قاضی بدرالدولہ نے بطور درسی کتاب کے فقہ شافعی پر ایک کتاب لکھنی شروع کی تھی، جس کو مکمل نہیں کر سکے، اس کا نام تمام نسخہ ۸۲ صفحات پر مشتمل مدرسہ محمدیہ کے کتب

خانے میں موجود ہے۔

۱۸۔ ہیبت الوہاب: تالیف مدار الامر مولوی عبدالوہاب مدراسی (۱۲۰۸ھ-۱۲۸۵ھ)۔

چند صفحات پر مشتمل ایک مختصر رسالہ ہے جس میں ایمان، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور قربانی وغیرہ کے مختصر احکام بیان کئے ہیں، اصل رسالے کے متن پر توضیحی حواشی بھی لکھے ہیں۔

اس کے مصنف مولانا عبدالوہاب مدراسی، اشرف الملک علامہ محمد غوث مدراسی کے فرزند اور قاضی بدرالدولہ کے برادر اکبر تھے۔ اپنے عہد کے بہت بڑے عالم بالخصوص علم حدیث و رجال میں ان کی نظیر نہیں تھی۔ حدیث و رجال میں متعدد کتابیں یادگار چھوڑیں، ساتھ ساتھ مدراس کی والا جاہی حکومت میں مدارالمہام کے منصب پر فائز تھے، مدار الامر ان کا خطاب تھا، اسی سے شہرت پائی۔ دینی و دنیاوی دونوں فضیلتوں کے جامع تھے، معاشرے کے ہر طبقے میں ان کو بڑی عزت حاصل تھی (۱۰)۔

۱۹۔ کاشف الرموزات الی الاوقاف: از مدار الامر۔

اصول فقہ میں امام الحرمین عبدالملک الجوبینی (متوفی ۸۷۸ھ) کی کتاب ”الورقات فی اصول الفقہ“ دریا بکوزہ کی مصداق ہے۔ مدار الامر نے کچھ تشریحی نوٹس کے ساتھ فارسی میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔

۲۰۔ فتاویٰ المجموعہ۔

۲۱۔ تکمیل المہام فی الصیام۔

۲۲۔ صدقۃ الفطر۔

یہ تینوں کتابیں حکیم شاہ زین العابدین وازع ناٹلی (۱۲۱۳ھ-۱۳۰۰ھ) کی تصنیفات ہیں، یہ اپنے زمانے کے بڑے علماء میں شمار ہوتے تھے، مولانا اسلم خاں شایاں وغیرہ سے ان کو تلمذ حاصل تھا، فقہ و حدیث میں مہارت کے ساتھ شعر و ادب میں پوری دسترس تھی، طب و حکمت میں دور دور تک ان کا شہرہ تھا۔ مدرسہ باقیات الصالحات کے بانی مولانا عبدالوہاب ویلوری ان کے شاگرد تھے (۱۱)۔

مفتی محمد سعید قاضی بدرالدولہ کے صاحبزادے تھے، قاضی بدرالدولہ پر اللہ کا ایک خاص

فضل یہ بھی ہے کہ ان کے تمام صاحبزادے علم و فضل میں ممتاز ہوئے۔ ان میں مفتی محمد سعید کو امتیاز خاص اور والد صاحب کا سب سے زیادہ اعتماد حاصل تھا، ان کی حیثیت اپنے زمانے میں شیخ الاسلام کی تھی، وہ ریاست حیدرآباد کے مفتی اعظم تھے، ان کی شہرت عالم عرب تک تھی۔ کتابوں کو جمع کرنے کا شوق موردی تھا، ان کا جمع کیا ہوا نوادرات پر مشتمل کتب خانہ مکتبہ سعیدیہ (واقع حیدرآباد) دنیا بھر میں مشہور اور مرجع خلائق ہے (۱۲)۔

۲۳- فتویٰ در تعظیم زیارات آثار شریف: از مفتی محمد سعید مد راسی۔

۲۴- اوضح المناسک۔

۲۵- تحفۃ الاحباب فی بیان استحباب قتل الوزغ۔

یہ دونوں کتابیں قاضی بدرالدولہ کے صاحبزادہ گرامی حاجی محمد عبداللہ معروف بہ صدارت خاں بہادر (۱۲۳۶ھ - ۱۲۸۸ھ) کی تصنیفات ہیں۔

علمی کمالات کے ساتھ، سیاست میں بھی نمایاں مقام تھا۔ والی مدراس نواب غلام غوث خاں کی سرکار میں صدارت کے عہدے پر فائز تھے، سرکار کی طرف سے صدارت خاں بہادر کا خطاب مرحمت ہوا، اسی سے شہرت ہوئی (۱۳)۔

یہ ایک سرسری جائزہ تھا ہندوستان میں فقہ شافعی پر لکھی ہوئی فارسی کا، اس سلسلے میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے، یہاں اس کا تذکرہ بھی شاید بے محل نہ ہو کہ قاضی بدرالدولہ کے جد امجد مولانا ناصر الدین محمد جب ارکاٹ کی عدالت سے متعلق تھے تو انہوں نے مختلف مسائل کے متعلق فتویٰ صادر کئے تھے جن کو ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند مولانا محمد غوث شرف الملک نے ”فتاویٰ ناصریہ“ کے نام سے کتابی شکل میں مرتب کیا تھا۔ یہ فتوے زیادہ تر فارسی میں اور بعض عربی میں ہیں، یہ مجموعہ فتاویٰ چھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا نسخہ مدرسہ محمدی مدراس کے کتب خانے میں موجود ہے، یہ فتوے انہوں نے حنفی فقہ کے مطابق دیئے ہیں، اس لئے ہم نے اس کی فہرست میں اس کو شامل نہیں کیا، لیکن چونکہ یہ ایک شافعی فقیہ کی کاوش ہے، اس لئے اس کا تذکرہ یہاں مناسب معلوم ہوا۔

حواشی:

- (۱) دیکھئے طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للسیکی (۵/۳۲۴)، علم حدیث میں برصغیر پاک و ہند کا حصہ، ص ۷۲، از ڈاکٹر محمد اسحاق، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۱۹۸۳ھ
- (۲) دیکھئے مرآۃ احمدی جلد دوم (ص ۷۲ تا ۷۳)
- (۳) ان کے حالات کے لئے دیکھئے نزہۃ الخواطر (۲/۸۹-۹۳) و تذکرہ اولیائے کشمیر (۱/۵-۳۶)۔
- (۴) ناشر شاہ ہمدان لائبریری، دارالعلوم نظامیہ مگن پورہ بادشاہی باغ، سہارنپور۔
- (۵) قاضی صاحب کے حالات اور اس کتاب کے اقتباسات کے لئے دیکھئے خانوادہ قاضی بدرالدولہ (۱/۲۷-۳۶)۔
- (۶) ایضاً (ص ۴۴-۴۵)
- (۷) دیکھئے گلزار عزیز (ص ۹۴) یہ قاضی بدرالدولہ کے خاندان کے علماء و فضلاء کی تصنیفات کی فہرست ہے مرتبہ قاضی محمد عزیز الدین، جو یادگار نمبر بتقریب جشن صد سالہ مدرسہ محمدی کے ساتھ منسلک ہے (ناشر مدرسہ محمدی باغ دیوان صاحب مدراس، ۱۴۰۹ھ)۔
- (۸) حدیقۃ المرام (ص ۱۹) اردو ترجمہ، تذکرہ علمائے ہند، از مولوی رحمان علی، اردو ترجمہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری (ص ۱۲۱) پاکستان ہسپاریکل سوسائٹی، کراچی (دوسرا ایڈیشن ۲۰۰۳ء) تاریخ النواظ (ص ۶۲-۶۳) نزہۃ الخواطر (۷/۴۸۲-۴۸۳)، - Arabic and Persian in Carnatic. P.12 and P.477-483۔
- (۹) ان کے مفصل حالات اور کارناموں اور علمی خدمات وغیرہ کے لئے دیکھئے خانوادہ قاضی بدرالدولہ از یوسف کوکن عمری، دارالتصنیف مدراس ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۳ء۔
- (۱۰) ان کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لئے خانوادہ قاضی بدرالدولہ اول (ص ۲۵-۳۳)۔
- (۱۱) تذکرہ گلزار اعظم (ص ۳۹۶) تاریخ النواظ (ص ۳۰۸-۳۰۸) محبوب الزمن (۲/۱۱۹۴-۱۱۹۵) نیز راقم کی کتاب اعلام النواظ۔
- (۱۲) ان کے لئے دیکھئے تاریخ النواظ (۶۱-۶۵)، نزہۃ الخواطر (۸/۴۵۳) خانوادہ قاضی بدرالدولہ (۲/۸۲-۸۵) و تذکرہ سعید از ڈاکٹر فضل الدین اقبال، دیگر مصادر کے لئے دیکھئے راقم کی کتاب اعلام النواظ۔
- (۱۳) حالات کے لئے دیکھئے خانوادہ قاضی بدرالدولہ جلد دوم (ص ۶۳-۶۸) از عبید ایم اے، مدرسہ محمدی باغ دیوان چنئی۔

علماء کوکن - حیات و خدمات

مفتی اظہر عبدالرزاق نظیر

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين
محمد وآله وصحبه اجمعين، اما بعد!

تمہید:

بمبئی کے کوکنی مسلمان اور پورے علاقہ کوکن کے مسلمان شافعی المسلک ہیں، اور یہ ان عربوں کی نسل سے ہیں، جو ۷۰۰ء میں حجاج بن یوسف کے مظالم سے تنگ آ کر مدینہ سے نکل گئے اور کوفہ جا کر آباد ہوئے۔ پھر ۶۵۷ء میں ہندوستان کے سواحل پر پہنچے اور مغربی ہندوستان میں گوا سے کھمبایت تک آباد ہو گئے، نویں اور سولہویں صدی کے درمیان ان لوگوں نے کوکن کے ساحل پر لنگر انداز ہونے والے عرب اور ایرانی تاجروں سے رشتہ داریاں کیں، اسی طرح ۹۲۳ء اور ۹۲۶ء میں کئی عرب خاندان کرمانیوں کے مظالم سے بھاگ کر ہندوستان آئے اور مغربی ساحلی علاقوں میں قیام پذیر ہوئے، ان سے بھی کوکنی مسلمانوں نے رشتے جوڑ لئے۔ نیز ۱۲۵۸ء میں تاتاری ہلاکو کے ہاتھوں برباد ہو کر کئی عرب قبائل یہاں آئے اور آباد ہو گئے۔ ان نو واردوں کو بھی کوکنی مسلمانوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔

کوکنی مسلمانوں کے بمبئی میں وارد ہونے کی صحیح تاریخ کا تعین نہیں کیا جاسکتا، البتہ چودھویں صدی میں یہ لوگ ماہم کے علاقہ پر قابض تھے، لیکن حالات بتاتے ہیں کہ یہ لوگ جنوبی اور مشرقی حصوں پر سترہویں صدی کے اواخر سے قابض تھے۔ اور یہ لوگ رتناگیری، بانکوٹ، علی باغ، پنویل،

تھانہ، کلیان، بسین، گھوڑ بندر اور دوسرے مغربی ساحلی علاقوں سے آکر شہر بمبئی کی موجودہ حدود میں مقیم ہو گئے تھے اور یہاں برسوں تک تجارت اور جہاز رانی کرتے رہے۔

مختصر یہ کہ بمبئی میں مقیم کوکنیوں میں سے کئی خاندان رئیس بمبئی سمجھے جاتے تھے۔ مقبہ، روگھے، جیتیکر، تنلیکر جیسے خاندانوں کی ہزاروں بلکہ لاکھوں کی جائیدادیں تھیں، ان لوگوں نے توسیع علوم و فنون کے لئے کافی روپے صرف کیے، اپنی جائیداد کا ایک بڑا حصہ رفاہ عام کے لئے وقف کر دیا، گاؤں اور قصبات میں مسجدیں تعمیر کیں، بمبئی شہر میں مسافر خانے، کنویں اور تالاب بنوائے۔ ان میں چند اوقاف مسجد جامع، مدرسہ محمدیہ، کتب خانہ محمدیہ، قبرستان، مرحومہ فاطمہ روگھے ٹرسٹ، محمد علی روگھے فنڈ، ناخدا کی تجہیز و تکفین فنڈ وغیرہ ہیں۔

علمی و ادبی میدان میں بھی کوکنی حضرات نے اپنی مثال قائم کر رکھی تھی۔ منشی ابراہیم مقبہ نے درس و تدریس کے ساتھ متعدد مدرسے قائم کئے۔ چنانچہ ۱۸۸۵ء کی ایک رپورٹ کے مطابق شہر بمبئی میں ۱۱ مدرسے جاری تھے اور اس سلسلے میں پہلا نام منشی محمد ابراہیم مقبہ کا ملتا ہے۔ اور ان کے ان افادی کاموں میں ان کے پوتے محمد حسن مقبہ احسن نے چار چاند لگا دیئے، ان کے علاوہ کوکن کے کئی مشاہیر علماء گزرے ہیں، جن کے حالات اور علمی کارناموں کو اس مقالہ میں فرداً فرداً ہم ذکر کریں گے، کوکنی مسلمانوں میں ہر ایک خاندان کے لئے الگ الگ لقب استعمال ہوتے ہیں، جو مختلف وجوہات سے اختیار کئے گئے ہیں۔ مؤلف تاریخ النوائط کے خیال میں اس کی غرض پابندی کفوتھی۔

کوکنی مسلمانوں کے خاندانی لقب کئی قسم کے ہیں جو آبائی، معاشی، شخصی اور رہائشی حیثیت سے اختیار کئے گئے ہیں۔ مثلاً: صدیقی، عباسی، العسکر، فقیہ، قاضی، خطیب، قریشی، رئیس، سواکل، مکی، بھری، کوئی، بغدادی، باریر، یا کچھ لقب عرب خاندان کی وراثت ہیں۔ عطش خاندان، ارائی مہری، نورانچی اور شہباز کراچی اصل کے شاہد ہیں۔ بعض کوکنی مسلمانوں نے افغانی نسل سے ہونے کی وجہ سے خان، پٹھان، کھوکھر جیسے لقب اختیار کئے ہیں۔ معاشی اعتبار سے چند القاب ادھیکاری، ملا، سرکار، پٹیل بھی ہیں۔

بعض مخصوص اور اہم لقب یہ ہیں: بھاری، بھانجی، بھینسکر، بیٹو، ہنڈے، لونڈے، کھٹکھٹے، اندرے، واگھمارے وغیرہ۔

حضرت علامہ شیخ علاء الدین علی فقیہ مخدوم مہانگی:
آپ سے متعلق تفصیلی حالات دوسرے مقالے میں موجود ہیں۔

قاضی غلام قاسم مہری:

قاضی قاسم مہری خاندان سے تعلق رکھتے تھے، آپ کوکن کے ایک قصبہ مہاڑ کے رہنے والے تھے، بعد میں آپ کا خاندان ممبئی میں سکونت پذیر ہو گیا، مہری خاندان کے اکثر افراد عالم اور اپنے عہد میں میاں صاحب کے نام سے مشہور تھے، ممبئی کے دو مشہور مسلم کوکنی ادیب قاضی یوسف مرگے اور فقیہ سے دوستانہ مراسم تھے اور ان دونوں حضرات نے اپنی تصنیفات میں بھی قاضی قاسم کا ذکر بڑی عزت و محبت سے کیا ہے۔

قاضی قاسم اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے، ”بیاض قاسم“ کے نام سے ان کا ایک مخطوطہ کتب خانہ محمدیہ میں موجود ہے، جس میں کئی غزلیں، قطعے، رباعیاں اور قصیدے ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے متعلق ایک طویل مثنوی ”عروس المجالس“ کے نام سے لکھی تھی۔ یہ مجالس ربیع الاول کی پہلی تاریخ سے ۱۲ تاریخ تک پڑھی جاتی تھی اور آج بھی ممبئی کے کئی گھرانوں میں یہ رواج باقی ہے۔

قاضی قاسم نے ایک اور مثنوی ”عقائد منظوم“ نظم کی تھی اور چالیس حدیثوں کا منظوم ترجمہ ”ترجمہ جہل حدیث“ کے نام سے کیا تھا۔

مصنف کی تصانیف کا مختصر تعارف:

۱- عروس المجالس: عروس المجالس رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے متعلق ہے، جسے مصنف نے ۱۲۰۹ھ میں تصنیف کیا تھا اور صرف دو ہفتہ کے اندر پانچ ہزار چھ سو ستائیس (۵۶۲۷) اشعار کی یہ مثنوی

کھنکھائی کرتی تھی۔ یہ کتاب کئی مرتبہ زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہے اور اب بھی ممبئی میں اس کی مانگ ہے۔

۲- عقائد منظوم: مصنف کی دوسری تصنیف ”عقائد منظوم“ ہے۔ یہ دوسواکھ (۲۶۱) اشعار پر مشتمل ایک مذہبی مثنوی ہے۔ اس میں اسلام کے ضروری عقائد پر مختلف عنوانات کے تحت تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے، اس مثنوی میں شاعر نے سنہ تصنیف کا ذکر نہیں کیا ہے۔ یہ مثنوی ۱۲۶۲ھ میں مطبع فضل الدین کھمکر سے شائع ہوئی تھی، اس مثنوی کی ابتداء میں شاعر نے اسلامی عقائد کی اہمیت کو واضح کرنے کے بعد یوں لکھا ہے کہ چونکہ عام لوگ عربی اور فارسی سے اچھی طرح واقف نہیں ہیں، اس لئے میں نے مولوی جامی کے ایک رسالہ ”نامہ اعتقاد“ کا دھنی نظم میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کے بعد اشارات کے مختلف عنوانات کے تحت تقریباً تیس عقائد پر روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً اشارت فی توحید سبحانہ تعالیٰ، اشارت معلم، اشارت بہ کتابہائی خداے تعالیٰ، اشارت الیٰ روایت اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

۳- ترجمہ چہل حدیث: مذکورہ مثنوی ”عقائد منظوم“ کے ساتھ مصنف کا ایک اور مختصر منظوم رسالہ ترجمہ چہل حدیث بھی شامل ہے، اس میں چالیس مختصر اور فکر انگیز حدیثوں کا منظوم ترجمہ ہے۔ ہر حدیث کا ترجمہ دو شعر میں ہے، ابتداء میں کوئی تمہیدی بیان نہیں ہے۔ البتہ آخر میں مصنف نے دودعا یہ شعر لکھے ہیں، جن میں اپنا تخلص بھی استعمال کیا ہے۔ منظوم ترجمہ پیش کرتے وقت مصنف نے پہلے حدیث ذکر کی ہے، پھر اس کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ زبان پر دھنی اثر بہت زیادہ ہے۔ حدیثوں کا ترجمہ کمال خوبی سے پیش کیا گیا ہے۔

مصنف نے اپنی تصنیفات کے لئے جو زبان استعمال کی ہے، اسے دھنی زبان کے نام سے موسوم کیا ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ ان تصانیف میں دھنی زبان کا عنصر غالب ہے۔

قاضی غلام علی مہری:

آپ کا نام غلام علی اور علی تخلص تھا۔ ممبئی کے مشہور کوکنی خاندان مہری سے تعلق رکھتے تھے۔ مشہور شاعر قاضی غلام قاسم مہری کے بھتیجے تھے، آپ ایک اچھے عالم اور ادیب تھے۔ آپ نے کئی

تصانیف یادگار چھوڑی ہیں اور خوش قسمتی سے وہ دستیاب بھی ہیں۔ جس کی وجہ سے ہم ممبئی کے اردو نثر کے سلسلے میں مصنف کے مرتبہ کا تعین کر سکتے ہیں۔

مصنف کی تصانیف کا مختصر اُتعارف:

۱۔ روضۃ البرکاء کی تکمیل: مصنف کا سب سے پہلا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے ۱۲۶۰ھ میں مشہور شاعر فقیہ کی مقبول عام مثنوی ”روضۃ البرکاء“ کو مکمل کیا۔ فقیہ نے اس کتاب میں نو مجلسیں لکھی تھیں اور فقیہ کا انتقال ۱۲۲۳ھ میں ہو گیا اور مذکورہ مثنوی نامکمل رہ گئی تھی۔ اپنے دوست داؤد خان اجل کے اصرار پر علی نے اس مثنوی کی دسویں مجلس کو نظم کرنے کا ارادہ کیا، چنانچہ علی نے مجلس دہم کے پانچ سوا شعرا اور خاتمہ کے اٹھارہ اشعار نظم کئے ہیں۔

۲۔ مصباح المجالس: مصنف کا دوسرا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے چچا قاسم کے تتبع میں ایک مثنوی ”مصباح المجالس“ کے نام سے لکھی، یہ مثنوی سیرت رسول اللہ ﷺ سے متعلق ہے، اور اس میں کل ۳۱۶ شعر نظم کئے ہیں اور اس کتاب کو ۱۲۶۰ھ میں مکمل کیا۔

۳۔ مثنوی تحفۃ اعظم: مصنف نے یہ بزمیہ مثنوی ”مثنوی ہمایوں مزاج و خجستہ القاسمی بہ تحفۃ اعظم“ کے نام سے ۱۲۶۲ھ میں لکھی تھی اور اسی سال مطبع فضل الدین کھمکر مہائمی سے شائع ہوئی تھی۔ یہ کتاب ایک ضخیم مثنوی ہے، جسے مصنف نے ارکاٹ کے نواب غوث اعظم جاہی کے نام سے منسوب کیا تھا، جس کے صلہ میں انہیں نواب نے خوب انعام و اکرام سے نوازا تھا، لیکن جب آپ ارکاٹ سے ممبئی آ رہے تھے تو راستے میں ڈاکوؤں نے آپ کو لوٹ لیا اور آپ خالی ہاتھ لوٹ آئے۔

۴۔ مثنوی سعد و سلمیٰ: مصنف نے ۱۲۸۶ھ میں ایک مثنوی تصنیف کی تھی جس کا نام مثنوی منازل القمرین شامل البدین یعنی قصہ حسن و عشق سعد و سلمیٰ ہے۔ یہ مثنوی ۱۳۳۹ھ بمطابق ۱۹۲۰ء میں مطبع رحمانی سے شائع ہوئی تھی۔

مصنف نے تحفۃ اعظم کی طرح اس مثنوی میں بھی ہر واقعہ کا عنوان ایک ایک شعر میں نظم کیا ہے۔ اگر ان اشعار کو الگ کیا جائے تو مثنوی کا خلاصہ تیار ہو جاتا ہے۔

۵۔ غزلیات علی: مصنف کی ۲۰ غزلوں کا دیوان ”مدحت النبی“ کے نام سے شائع ہوا تھا، جو اس وقت نایاب ہے، البتہ اسی دیوان کا مخطوطہ مدرسہ محمدیہ کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ اس دیوان کی اکثر غزلیں مشکل زمینوں میں لکھی ہوئی ہیں۔

۶۔ تحفۃ الاحباب فی مناقب الاصحاب: مصنف نے مذکورہ نام سے ایک مختصر کتاب مرتب کی تھی جس میں آپ نے صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے فضائل و مناقب بیان کئے ہیں۔ یہ کتاب مخطوطے کی شکل میں کتب خانہ مدرسہ محمدیہ میں محفوظ ہے۔

۷۔ شفاعت کبرائی نبی: یہ رسالہ ۱۲۷۱ھ کی تصنیف ہے اور عقائد وہابی کی رد میں لکھا گیا ہے، اس میں شاہ اسماعیل شہید اور ان کے متبعین کی طرف اشارے ہیں، یہ رسالہ بھی مخطوطے کی شکل میں مذکورہ کتب خانے میں موجود ہے۔ مصنف نے اس رسالہ میں کئی اشعار بھی استعمال کئے ہیں۔

قاضی غلام حسین مہدی:

آپ کا تعلق کوکن کے خاندان مہری سے ہے۔ آپ نے فقہ حسینی کے نام سے فقہ شافعی پر ایک کتاب اردو زبان میں لکھی ہے۔ جس کے قلمی نسخے کتب خانہ مدرسہ محمدیہ اور ممبئی یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہیں۔

آپ نے اس کتاب میں فقہ شافعی کی عربی کتابوں کا آسان اور سلیس زبان میں ترجمہ پیش کیا ہے، یہ کتاب ۱۲۴۲ھ میں لکھی گئی ہے اور اس میں کل ۱۲۲۰ ابواب اور فصول ہیں۔

وجہ تالیف: مصنف نے خود اپنی تالیف پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ اکثر مسلمان تعلیم و تعلم علوم دینی کو ایک طرف چھوڑ کر امور معاش میں گرفتار ہیں اور اکثر مسائل دینی سے کہ جن کا فہم اور دریافت ضروری ہے محروم رہتے ہیں۔ بنا بریں اس فقیر حقیر کو تاہ تذہب غلام حسین مہری نے ایک مختصر فقہ زبان ہندی (ہندوستانی) میں جمع اور تصنیف کیا اور فقہ حسینی نام رکھا۔

آگے لکھتے ہیں: ”اس فقیر نے ترجمہ کتب معتبرہ فقہ مذہب سنیہ شافعیہ سے (کیا) چنانچہ تحفہ و شرح منہاج اور امداد شرح ارشاد وغیرہا کہ جو بر خوردار سعادت یا فضیلت و بلاغت دستگاہ قاضی

شہاب الدین مہری طال عمرہ و ضاء علمہ کے لئے کیا۔“

قاضی شہاب الدین مہری: آپ قاضی غلام حسین مہری کے فرزند تھے۔ دینی علوم کا ذوق انہیں اپنے آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملا تھا، خود اپنے والد کے زیر سایہ تربیت پائی اور انہیں کے نقش قدم پر چل کر اپنے آپ کو علوم دینی و دنیوی سے آراستہ کیا اور تصنیف و تالیف کے کاموں میں لگ گئے۔

مصنف کی تصانیف کا مختصر تعارف:

۱۔ رسالہ احکام دینیہ: مصنف نے مذکورہ نام سے ایک مختصر رسالہ تالیف کیا تھا۔ اس کا سن تصنیف معلوم نہ ہو سکا، البتہ یہ رسالہ ۱۲۶۳ھ میں شائع کیا گیا تھا۔ یہ رسالہ احکام دینیہ، نماز و ترکی و صل و فصل کی افضلیت و اولیت کے متعلق استفسارات کے جواب میں تالیف کیا تھا۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ جو تفریق عظیم اور کسر جماعت بسبب تعدد جمعہ ایک محلہ میں دو جگہ اور سب ممبئی میں چار پانچ جگہ جمعہ ہونے سے ہوتی ہے، اس کا تو کچھ خیال ہی نہیں۔ باوجودیکہ جامع مسجد عظیم الشان اور وسیع شہر میں موجود ہے۔

۲۔ مختصر شہابیہ فی المسائل الفقہیہ: مذکورہ کتاب کی تمہید میں مصنف نے وجہ تالیف پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ جب میرا زیادہ تر قیام مہاڑ میں رہنے لگا تو میرے بعض کرم فرماؤں نے مشورہ دیا کہ اگر کوئی زبان میں فقہ شافعی پر ایک کتاب مرتب ہو جائے تو اس سے کوئی مسلمانوں کو بے حد فائدہ ہوگا۔ چنانچہ میں نے یہ کتاب اسی لئے ترتیب دی ہے اور اس کا نام مختصر شہابیہ رکھا ہے۔

۳۔ المنن والشرح الشہابیہ: مصنف نے مذکورہ کتاب زبان عربی میں لکھی ہے اور یہ کتاب مسائل نکاح سے متعلق ہے۔ تمہید میں مصنف نے لکھا ہے کہ میں اپنے دادا کے مدرسہ میں پڑھتا تھا تو مجھ سے بعض اصحاب مدرسین نے درخواست کی کہ میں احکام نکاح پر ایک رسالہ ترتیب دوں۔ ان کی درخواست پر میں نے کمر ہمت باندھی اور خدا کی مدد سے یہ کام شروع کر دیا۔ کیونکہ میں اس کو قیامت کے روز اپنی نجات کا ایک وسیلہ سمجھتا تھا اور مختلف کتابوں کی مدد سے اور خاص کر ابن حجر کی کتابوں کی مدد سے اسے پورا کیا اور اس کا نام ”المنن والشرح الشہابیہ“ رکھا۔

مصنف کی ایک اور کتاب ”درة التاج فی شرح المہاج“ ہے، جس کی تفصیل میں بعض باتیں متضاد ہیں۔

قاضی محمد اسماعیل مہری:

آپ قاضی غلام علی مہری کے صاحبزادے ہیں، تخلص کے طور پر مہر لکھا کرتے تھے، آپ نے نثر میں ایک مختصر سا رسالہ تصنیف کیا ہے، جس کا نام ”الصمصام علی من یجوز التقیل السجود علی الاقدام“ ہے۔ اس مختصر سے رسالہ میں آپ نے مرشد اور پیروں کی قدم بوسی کے خلاف فتوے پیش کئے ہیں۔

اس کے علاوہ آپ کی اردو نثر میں ایک عرضداشت ہے۔ ۱۳۱۲ھ میں ممبئی میں زبردست طاعون پھوٹ پڑا تھا اور حکومت ممبئی نے اس کے انسداد کے لئے مریضوں کو جبراً اسپتال میں رکھنے کا حکم دیا تھا، تو اس کے خلاف ایک مجلس منعقد کی گئی اور آپ کو اس مجلس کا صدر بنایا گیا، چنانچہ آپ کی تحریر کردہ عرضداشت مطبع شہابی سے شائع ہوئی اور ممبئی کے گورنر لارڈ سینڈھرسٹ کی خدمت میں اسے بھیجا گیا۔ مولوی محمد اسماعیل کوکنی:

آپ ضلع رتناگیری کے رہنے والے تھے۔ خاندانی لقب بروے تھا۔ لیکن آپ نے اپنے نام کے ساتھ ہمیشہ کوکنی لکھا ہے۔ آپ کچھ مدت نواب جمیرہ سیدی ابراہیم خاں کی ملازمت میں رہے، چونکہ اس زمانے میں ممبئی علم و ادب کا ایک مرکز بن رہا تھا، اس لئے مولوی صاحب کی سکونت ممبئی اور رتناگیری دونوں جگہ رہی، آپ کے تمام تصانیف ممبئی سے شائع ہوئی ہیں۔ مولوی صاحب نے رتناگیری سے ایک ہفتہ وار اخبار ۱۶ رمضان ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸۵۶ء میں جاری کیا تھا، جس کا نام ”معدن الفیض“ تھا۔ اس پرچہ میں ہندوستان اور بیرونی ممالک کی خبریں، مقامی خبریں اور اسلامی مسائل پر مضامین لکھے جاتے تھے۔

۱۔ فرائض قادریہ: (۱۲۶۱ھ، ۱۸۴۴ء) اس کتاب میں ایک مقدمہ، دو قسم اور ایک خاتمہ ہے۔

مقدمہ میں ترکہ کی تعریف و تقسیم کا مختصر بیان ہے۔ قسم میں پہلے عنوانات اور پھر کئی فصلیں ہیں اور آخر میں پورے باب کا خلاصہ درج ہے۔ خاتمہ میں چند فصلیں ہیں جن میں انہیں مسائل پر مختصر بحث کی ہے۔

۲۔ رسالہ تحفہ احمدیہ: یہ رسالہ پہلی مرتبہ ۱۲۶۷ھ، ۱۸۵۰ء میں اور دوسری مرتبہ ۱۲۷۷ھ میں شائع ہوا تھا۔ اس رسالہ میں نکاح و طلاق، مہر اور ایجاب و قبول وغیرہ کے مسائل درج ہیں، مصنف نے یہ رسالہ بالکوٹ میں تالیف کیا تھا اور ممبئی سے علی بھائی لقمان جی کے پریس سے شائع کیا تھا۔

۳۔ رسالہ تحفہ اہل حق: یہ رسالہ ۱۸۷۶ھ میں تالیف ہو کر مطبع مخدومی ممبئی سے شائع ہوا تھا۔ اس رسالہ میں نکاح سے متعلق مسائل کا بیان ہے اور مذکورہ رسالہ زبان اردو میں ہے۔

۴۔ رسالہ تحفہ ابراہیم خانیہ: یہ رسالہ ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء میں مطبع جگ منتر واقع رتناگیری سے شائع کیا گیا تھا اور اس رسالہ میں نکاح کے احکام، میراث اور طلاق وغیرہ کے احکام و مسائل درج ہیں۔ مصنف نے اس رسالہ کو نواب جحیرہ سیدی ابراہیم خاں کے نام کے ساتھ موسوم کا تھا۔

۵۔ روہندو: مصنف نے اس رسالہ میں ایک ہندو اور مسلمان کے درمیان مناظرہ پیش کیا ہے۔ مسلمان سے مراد خود مصنف کی ذات بابرکت ہے۔ جنہوں نے ایک ہندو شخص کے سوالات کے ایسے معقول جوابات اور دلائل پیش کئے کہ بالآخر وہ شخص مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

مولوی محمد علی:

آپ کو کئی خاندان حافظ سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کے روگے خاندان سے نہایت اچھے مراسم تھے، چنانچہ آپ نے ناخدا محمد امین روگے کی صاحبزادی فاطمہ بی روگے کی ہدایت پر ایک رسالہ ”الجواهر المضية في فقه الشافعية“ کے نام سے لکھا تھا۔

غلام احمد روگے:

آپ کا پورا نام اس طرح ہے: غلام احمد ابن سعید ابن محمد حسین ابن محمد امین روگے اور آپ

کوکن کے ایک ایسے مسلم خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو روگھے کے نام سے مشہور ہے۔ تاریخ النواظ کی وضاحت کے مطابق روگھے دراصل ”رقع“ کی بگڑی ہوئی شکل ہے اور عربی میں رقع چٹھی یا ہنڈی وغیرہ کو کہتے ہیں، چونکہ یہ کاروباری لوگ تھے اور ہنڈیاں جاری کرنا ان کا خاص پیشہ تھا۔ اس لئے یہ رقع (روگھے) کہلائے۔

مصنف نے ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء میں ایک رسالہ فقہ شافعی میں تصنیف کیا تھا جس کا نام آپ نے ”نور الاسلام“ رکھا۔

مذکورہ کتاب کتب خانہ جامع مسجد ممبئی کے اردو مخطوطات میں موجود ہے۔

محمد اسماعیل مہمٹو لے:

آپ منشی جمال الدین مہمٹو لے کے صاحبزادے تھے، اصلی وطن دابیل ضلع رتناگیری تھا، لیکن ممبئی میں آکر بس گئے تھے اور مدرسہ محمدیہ چونکی محلہ میں مدرسے کے فرائض انجام دینے تھے اور ٹیمکر محلہ کی مسجد میں امامت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ آپ کا انتقال ۲۶ جنوری ۱۹۱۳ء مطابق ۱۲۹۱ھ میں ہوا۔

مصنف کی تصنیف کا مختصر اُتعارف:

آپ نے ”تحفۃ الاخبار“ کے نام سے ایک کتاب لکھی جو آپ کی بڑی مقبول تصنیف تھی، اس کا نام تاریخی ہے اور ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۹۲۷ء میں دوبارہ شائع کی گئی۔ اس میں ایمان، طہارت وغیرہ مسائل کا تفصیلی بیان ہے۔

عبدالغنی مہمٹو لے:

جمال الدین مہمٹو لے کے صاحبزادے تھے۔ رتناگیری کے ایک گاؤں دابیل کے باشندے تھے، لیکن اکثر قیام ممبئی میں رہتا تھا۔ زندگی کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ البتہ آپ کا انتقال ۱۱ رجب ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۲ مارچ ۱۹۲۱ء میں ہوا۔

مہمٹو لے خاندان کے اکثر افراد تصنیف و تالیف کا کام کرتے رہے اور یہ خاندان اپنے وطن میں بڑا عالم و فاضل مانا جاتا رہا ہے۔

آپ کی تصانیف کا مختصر تعارف:

۱۔ باغ قادر: اس کتاب میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مجملہ حالات زندگی اور آپ کی کرامات کا ذکر ہے، یہ کتاب ۱۳۰۸ھ میں مطبع علوی سے شائع ہوئی تھی۔

۲۔ روضہ مکرم: اس مختصر رسالہ میں رسول اللہ ﷺ کے حالات زندگی درج ہیں اور یہ رسالہ ۱۳۱۱ھ میں مطبع گلزار حسنی سے طبع ہوا تھا۔

مولوی یوسف مرگھے:

آپ کا نام محمد یوسف اور مرگھے خاندانی لقب ہے، تاریخ پیدائش ۱۱۸۹ھ ہے، والد کا نام محمد حسین ہے۔ والد کا انتقال آپ کے بچپن میں ہو چکا تھا۔ والد کے انتقال کے بعد آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے بھائی شیخ محمد عطاء الدین کے زیر سایہ رہی۔ بھائی کے انتقال کے بعد سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں سندھ گئے اور جب وہاں سے ۱۸۳۱ء میں واپس آئے تو ایسٹ انڈیا کمپنی کے گورنر رابرٹ گرانٹ جی سی ایچ نے انہیں چیف قاضی آف ممبئی کا منصب عطا کیا اور آپ تاحیات اس فریضہ کو انجام دیتے رہے۔ یہ منصب آج بھی وراثتاً آپ کے خاندان میں چلا آ رہا ہے۔

قاضی صاحب عربی اور فارسی کے اچھے عالم مانے جاتے تھے اور آپ حافظ قرآن بھی تھے۔ قاضی صاحب کا شمار اپنے وقت کے ذی عزت اور با اثر لوگوں میں ہوتا تھا۔ ممبئی گزٹیر میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

قاضی محمد یوسف مرگھے عالم باعمل تھے، انہوں نے کئی مخطوطات مرتب کئے۔ انہیں سکے جات اور قیمتی پتھروں کا نادر ذخیرہ جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ معلم اخلاق کی حیثیت سے کئی کتابیں جو انہوں نے تصنیف کیں۔

آپ کی تصانیف کا مختصر تعارف:

۱- کفایت الاسلام: آپ نے ۱۲ ربیع الاول ۱۲۵۰ھ بمطابق ۱۸۳۴ء میں فقہ شافعی پر ایک منظوم رسالہ لکھا تھا، جس کا نام آپ نے کفایت الاسلام رکھا۔ یہ رسالہ پہلی مرتبہ محمد حسین بن احمد حسین کھکھڑے کے مطبع سے شائع ہوا تھا۔ یہ رسالہ دو مقاصد پر مشتمل ہے: ایک عقائد اور دوسرا عبادت۔ خاتمہ میں سبب تالیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں نے یہ رسالہ اپنے دو دوست محمد علی روگھے اور محمد ابراہیم مقبہ کی فرمائش پر تحریر کیا ہے۔

۲- زین الجالس: آپ نے یہ کتاب ماہ ربیع الآخر ۱۲۱۵ھ میں حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کے حالات سے متعلق لکھی ہے، اور یہ کتاب نظم میں لکھی ہوئی ہے، جس میں کل گیارہ مجلسیں اور ۱۴۹۵۳ اشعار ہیں، آپ نے اس مجموعہ کا نام زین الجالس رکھا۔ یہ مثنوی ادبی حیثیت سے بھی بیشتر شعراء کے ادبی کارناموں کے مقابلہ میں بلند پایہ معلوم ہوتی ہے۔ آپ نے اس کتاب کی ابتدا میں حمد و نعت کے تقریباً تیس اشعار لکھے ہیں اور ان کے آخر میں اپنا نام یوسف بطور تخلص استعمال کیا ہے، پھر استاد کی تعریف کی ہے، اس کے بعد اصل مضمون شروع کیا ہے۔ مثنوی کے خاتمے میں سنہ تصنیف پر روشنی ڈالی ہے اور رد و دو سلام پر مثنوی کو ختم کیا ہے۔

۳- زینت الجالس: آپ کی دوسری نایاب مثنوی قطب کوکن حضرت مخدوم علی مہائمی کے حالات پر مشتمل ہے، یہ مثنوی ۱۲۲۲ھ میں تصنیف کی گئی ہے۔ اس مثنوی کی ابتداء میں آپ نے ایک مناجات بدرگاہ الہی لکھی ہے۔ اس کے بعد ایک طویل نعتیہ قصیدہ ہے، جس کا آغاز نعت رسول سے کیا ہے۔ پھر منقبت خلفائے راشدین اور اولیائے کبار کی مدح کرتے ہوئے حضرت مخدوم مہائمی کا ذکر اور مدح کی ہے، اس کے بعد اصل مثنوی شروع ہوتی ہے۔ مناجات اور قصیدہ دونوں کی زبان بہت صاف ستھری ہے۔

۴- بیاض قاضی محمد یوسف: یہ کوئی مستقل کتاب نہیں بلکہ محض ایک بیاض یا یادداشت معلوم ہوتی ہے۔ اس میں مصنف نے قرآن مجید سے متعلق مختلف موضوعات پر وقتاً فوقتاً کام کرنے کے لئے

کچھ صفحات مقرر کر رکھے تھے اور اپنی فرصت کے وقت ان پر مواد جمع کرنے کا کام شروع کیا تھا، لیکن کوئی چیز مکمل نہ ہو سکی، چنانچہ اس کے ابتدائی صفحات میں عربی قواعد ہیں اور اسماء، افعال، حروف وغیرہ کی تعریف کرنے کے بعد قرآنی آیات سے ان کی مثالیں جمع کی گئی ہیں۔ پھر عربی الفاظ کے معنی ہیں اور سند کے طور پر احادیث کی عبارتوں کو پیش کیا گیا ہے۔ آخری صفحات میں استفہامی ہمزہ کی تعریف کرنے کے بعد قرآن مجید میں جہاں جہاں ہمزہ استفہام کا استعمال ہوا ہے۔ آیت، رکوع، سورۃ اور جزء کے حوالوں کے ساتھ جمع کر کے اردو میں ان کی وضاحت کی گئی ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا مقصد ایسے عربی قواعد تیار کرنا تھا جن کی مثالیں قرآن مجید سے دی جائیں اور قرآن مجید کو سمجھنے میں ان سے مدد ملے، لیکن بد قسمتی سے یہ کام پورا نہ ہو سکا۔ مذکورہ بیاض کتب خانہ جامع مسجد ممبئی کے اردو مخطوطات میں موجود ہے۔

۵۔ تیسیر القرآن و تسہیل الفرقان: مذکورہ کتاب آخر سے ناقص اور نامکمل ہے اور مصنف نے اپنا ذکر کہیں نہیں کیا ہے۔ البتہ مخطوطہ کے سرورق پر کھٹکھٹے صاحب کا یہ نوٹ ہے: ”شرح کلمات قرآن از قاضی محمد یوسف مرگھے۔“

تمہید میں مصنف نے وجہ تالیف پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ چونکہ منعم حقیقی نے اس احقر محض کو نعمت علم اور صفت حفظ سے سرفراز فرمایا۔ چاہتا تھا کہ اس کے شکر یہ میں کوئی تفسیر عربی اور ترجمہ عجیب لکھوں۔ مگر چونکہ علمائے سلف..... اس سعادت عظیم کو بوجہ اتم حرز کر چکے تھے عزم مصمم و قلب مطمئن سے فتویٰ چاہتا تھا۔ بعد اصرار بسیار کے نفس ملہم نے یوں صلاح دی کہ تمامی لغات قرآن مجید اور فرقان حمید کے استنباط کر کے بہ طور فرہنگ کے مبوب اور مفصل لکھوں۔ راقم السطور نے اس کو الہام نبوی سمجھ کر بعد ریاضت جلیلہ کے بیچ مدت قلیلہ کے باحسن وجوہ تمام کیا اور نام اس کا ”تیسیر القرآن و تسہیل الفرقان“ رکھا۔

کتاب سہ کالمی ہے، قرآنی الفاظ ترتیب وار سرخ روشنائی میں خط نسخ میں ہیں اور ان کا ترجمہ اردو میں، کتاب باب النون مع العین پر ختم ہوتی ہے۔ مذکورہ کتاب مخطوط کی شکل میں کتب خانہ

جامع مسجد ممبئی میں موجود ہے۔

۶۔ رمضان کی نماز وتر کا بیان: یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے، جس میں آپ نے بتایا ہے کہ دونوں مسلک (شافعی اور حنفی) کے مصلیوں کی وتر کی نماز ماہ رمضان میں ایک ہی جماعت سے پڑھنا نہ صرف جائز ہے بلکہ افضل بھی ہے۔ اس رسالہ کو ممبئی میں ناخدا میاں محمد علی روگھے کے ارشاد سے عبدالملک بن مولوی محمد صادق مرحوم نے مطبع محمدی میں ۱۵ شعبان ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۲۶ء میں چھاپا، لیکن اس پر قاضی شہاب الدین مہری نے لکھا ہے۔ رسالہ مذکور کے آخر میں چند علماء کی دستخط ہیں: ابراہیم باعظہ (امام و خطیب جامع مسجد ممبئی و مصنف کتاب تحفۃ الاخوان) محمد یونس حافظ محمد صالح ابن سلیمان میرداد، محمد ابراہیم ٹیل وغیرہ رحمہم اللہ۔

مولوی یوسف کھٹکھٹے:

آپ کھٹکھٹے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، آپ نے ممبئی یونیورسٹی سے ایم اے اور ایل ایل بی کے امتحانات پاس کئے تھے اور اردو کے علاوہ عربی اور فارسی زبانوں کے ماہر اور فقہ و حدیث کے بہترین عالم تھے، آپ نے یوسف کے تخلص سے اپنے اشعار بھی یادگار چھوڑے ہیں۔ جامع مسجد ممبئی میں ناظر کے عہدہ پر فائز رہے۔ جامع مسجد ممبئی کی مشہور لائبریری کتب خانہ محمدیہ کے نظم و نسق کی تمام تر ذمہ داریاں بھی آپ سے متعلق تھیں، چنانچہ آپ نے لائبریری کا کام نہایت عمدگی سے انجام دیا۔ کتابوں کی ایک فہرست بھی مرتب کی۔ نیز خود اپنی جانب سے اس لائبریری میں کئی اہم کتابوں کا اضافہ کیا اور بالآخر ۱۹۳۰ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کے مولانا شبلی اور خواجہ حسن نظامی کے ساتھ دوستانہ تعلق تھے اور خواجہ حسن نظامی نے اپنے سفرنامہ ممبئی میں آپ کا ذکر نہایت احترام و عقیدت کے ساتھ کیا ہے۔

آپ کی تصانیف کا مختصر اعراف:

۱۔ کشف المکتوم من حالات الفقیہ علی المحدث: آپ کا یہ مختصر سا رسالہ ہے جو زبان اردو میں لکھا ہوا ہے اور آٹھ صفحات پر مشتمل ہے، مصنف نے اس رسالہ میں حضرت مخدوم علی مہائگی کے

حالات زندگی اور ان کی تصانیف و کمال فن پر نہایت جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ اس رسالہ کا ماخذ ایک عربی رسالہ ہے جس کے مصنف سید ابراہیم بن سید محمد القادری المدنی ہے۔

۲- مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی: آپ نے یہ رسالہ نثر میں لکھا ہے اور اس میں شاہ وجیہ الدین صاحب احمد آبادی کی سوانح حیات ہے، لیکن اب یہ کتاب نایاب ہے۔

یہ رسالہ دراصل حسامیہ فارسی زبان میں ہے، جسے گجرات کے ایک شاعر حسام بن صدیق نے حضرت خواجہ یعقوب چشتی (متوفی ۸۰۰ھ پٹن گجرات) کے مناقب میں لکھا تھا۔ مولوی یوسف کھٹکھٹے نے حسامیہ فارسی کے نام سے ۱۳۴۱ھ میں سادہ و سلیس اردو میں اس کا ترجمہ لکھا اور یہ ترجمہ مخطوطہ کی شکل میں ممبئی یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

۳- تاریخ کوکینان: آپ نے ایک اور اہم کارنامہ ”تاریخ کوکینان“ کے نام سے انجام دیا تھا، لیکن افسوس کہ یہ کارنامہ نامکمل رہا اور اس کا نامکمل مخطوطہ ممبئی یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہے۔ مخطوطہ کے سولہ صفحات میں سے نصف پر آپ کی تحریریں ممبئی کے چند قدیم کوکنی مسلمانوں کی حیات و مشغولیات کے بارے میں معلومات درج ہیں۔ ان میں زیادہ تر وہ شخصیات شامل ہیں جو عہدہ قضا پر مامور تھیں۔

۴- کوکنی مثالیں اور مصطلحات: آپ نے ادبی اور لسانی نقطہ نظر سے ایک اہم کارنامہ انجام دیا تھا، چنانچہ کوکنی مثالیں اور مصطلحات کے نام سے ایک مخطوطہ آپ نے یادگار چھوڑا ہے اور یہ کتاب اگرچہ کوکنی زبان سے متعلق ہے، لیکن اس سے آپ کی تحقیق و جستجو کا گہرا رنگ جھلکتا ہے۔ اس مخطوطہ کی ابتداء میں تقریباً ۵۵ ضرب الامثال اور کہاوٹیں ہیں جو کوکن کی جغرافیائی اور سماجی زندگی کی عکاسی کرتی ہیں اور قومی خصوصیات کی بھی مظہر ہیں۔

مذکورہ کارناموں سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی یوسف کھٹکھٹے عربی فارسی کے جید عالم ہونے کے ساتھ اردو کے بھی ماہر تھے اور کوکنی تو آپ کی مادری زبان تھی۔ اس کے علاوہ آپ نے ممبئی میں رہتے ہوئے یہاں کی دیگر مقامی زبانوں جیسے مرہٹی اور گجراتی سے بھی خاصی واقفیت حاصل کر لی تھی۔ نیز آپ کے اندر تحقیق و جستجو کا جذبہ بدرجہ اتم موجود تھا۔

مولوی محمد یوسف جلیل ہندادے:

آپ کا نام محمد یونس اور جلیل تخلص تھا۔ ممبئی کے مشہور کوکنی خاندان ہندادے کے رکن تھے۔ آپ کی ولادت ۱۸۷۹ء میں ہوئی۔ آپ نے اردو، فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم مدرسہ ہاشمیہ واقع زکریا مسجد ممبئی میں حاصل کی۔ ۱۹۰۲ء میں میٹرکولیشن اور ۱۹۰۵ء میں بی اے کی ڈگری حاصل کی، پھر ایل ایل بی کرنے کے بعد ممبئی ہائی کورٹ میں وکالت شروع کی۔

شاعری میں آپ کو ممبئی کے مشہور شاعر مولانا نظامی سے تلمذ حاصل تھا۔ آپ ممبئی کے اکثر مشاعروں میں اپنا کلام سناتے تھے اور آپ کے شاگردوں کا حلقہ کافی وسیع تھا۔ آپ کا دیوان ”نخخانہ ازل“ کے نام سے ۱۳۳۴ھ میں شائع ہو چکا ہے، آپ نے اردو، فارسی، عربی اور انگریزی علوم کی نہایت عمدہ اور نایاب کتابوں کی ایک لائبریری تیار کی تھی۔ آپ کی وفات کے بعد ان کتابوں کو دینی مدارس کے کتب خانوں کے سپرد کر دیا گیا۔ آپ کی وفات ۱۹۵۳ء میں ۷۴ سال کی عمر میں ہوئی۔

قاضی غلام احمد تلیائی:

آپ کی ولادت قصبہ تلا میں ہوئی جو ممبئی شہر سے تقریباً سومیل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ابتداء عصری تعلیم مراٹھی زبان میں ساتویں جماعت تک اسی گاؤں میں حاصل کی، پھر علم دین کے حصول کے لئے آپ نے مبارکپور کا سفر کیا اور وہاں کسی مدرسہ میں مکمل عالم دین بن کر اپنے وطن اصلی لوٹے۔

آپ کی تصانیف کا مختصر اُتعارف:

سرتاج ترجمہ تحفۃ المحتاج بشرح المنہاج: آپ نے فقہ شافعی میں علامہ ابن حجر عسقلانی کی مستند اور معتبر کتاب تحفۃ المحتاج بشرح المنہاج کا اردو زبان میں ترجمہ کیا، جو چار جلدوں پر مشتمل ہے، لیکن مطبوعہ صرف ایک جلد ہے جو کتب خانہ جامع مسجد ممبئی میں موجود ہے اور تین جلدیں غیر مطبوعہ ہیں اور ان کی نقل حضرت مولانا عبد السلام تلیائی صدر مدرس جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن کے پاس موجود ہے، نیز اس کتاب میں بین القوسین کئی حواشی اور شروحات کا خلاصہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ آپ نے اس

کتاب کو ۱۳۲۳ھ میں مکمل کیا۔

تصحیح علی تحفۃ الاخوان: یہ کتاب دراصل مولانا محمد ابراہیم بعلظہ خطیب و امام جامع مسجد ممبئی کی تصنیف ہے جو زبان اردو میں لکھی گئی ہے، مگر چونکہ اس کی عبارت میں اس زمانہ کے قدیم محاورے اور نقدیم و تانیر تھی، اس لئے جامع معقول و منقول حاوی فرع و اصول مولانا قاضی غلام احمد صاحب تلیائی نے سعی بلیغ سے تصحیح عبارت اور سلاست زبان کا ایک دل پذیر اور عمدہ لباس اس کو پہنایا اور نفع عام کے لحاظ سے حسب موقع جا بجا مزید مسائل کے گل بوٹوں سے بھی اس کو آراستہ فرمایا، بنا بریں یہ کتاب ایک نئی تحفۃ الاخوان بن کر مرغوب دل و جان ہو گئی اور اس کتاب کو قاضی غلام احمد صاحب تلیائی کے زمانہ ہی میں قاضی عبدالجید ابن قاضی نور محمد نے کیری پریس ممبئی نمبر ۱۰ میں چھپوایا تھا۔

مولانا محمد ابراہیم صاحب بعلظہ:

تیرہویں صدی ہجری کے عالم باعمل، فاضل بے بدل گزرے ہیں جو جامع مسجد ممبئی کے خطیب تھے اور آپ نے اردو زبان میں فقہ شافعی پر ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام تحفۃ الاخوان ہے۔ اس کتاب میں عقائد، وضو، غسل، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، قربانی اور عقیقہ کے مسائل مذکور ہیں اور یہ کتاب ۱۳۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ تفصیلی حالات نہیں مل سکے۔

محمد بن عبدالرحیم بن محمد صفی الدین - حیات و خدمات

ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی

تمہید:

بلاشبہ سرزمین ہند کی زرخیزی زمانہ قدیم سے ہی صفحہ تاریخ کا جزء لاینفک بنی رہی ہے، شاید ہی اس سے کسی کو انکار ہو کہ سرزمین ہند نے ایسی ایسی ہستیتوں کو جنم دیا ہے جن پر تاریخ کو فخر ہے، یہاں سیاست و صحافت، ادب و سائنس، تاریخ و ثقافت اور علوم و فنون شرعیہ میں سے ہر میدان میں اصحاب فکر و دانش پیدا ہوتے رہے ہیں۔

جہاں تک دینی علوم و فنون کا تعلق ہے، اور خدمت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کا معاملہ ہے، تو اس میدان میں بھی سرزمین ہند نے زیادہ ہی سخاوت و فیاضی کا مظاہرہ کیا ہے، چنانچہ ایک سے ایک علم و فضل کا بحر بیکراں، سیف و قلم کا مالک، بیان حق و صداقت میں تیغ براں، امراض نفس کا حکیم حاذق، محی السنہ، ماحی بدعت و ضلالت اور دینی فہم و بصیرت کے حامل افراد اس کی کوکھ سے پیدا ہوئے ہیں۔

اگرچہ ہندوستان ”فقہ حنفی“ کی خدمات زریں کے لئے مشہور ہے، لیکن ”فقہ شافعی“ کی وقیع خدمات کا سہرا بھی اس کے سر ہے، خاص طور سے جنوبی ہندوستان اور ساحلی علاقوں میں ایسی مایہ ناز ہستیاں اٹھی ہیں، جنہوں نے فقہ شافعی کی زلفیں اس طرح سنواری ہیں کہ پوری دنیائے اسلام ان کی خدمات کے اعتراف پر مجبور ہو گئی ہے۔

ان ہی مایہ ناز ہستیتوں میں سے وسط ہندوستان، مرکز ہند ”دہلی“ سے اٹھنے والی ”علامہ

☆ استاذ جامعہ اسلامیہ شانتاپورم کیرلا۔

محمد بن عبد الرحیم بن محمد، صفی الدین، شافعی ارموی، کی شخصیت ہے، جو اپنے وقت کے نامور عالم دین اور فقہ شافعی کے مایہ ناز ترجمان تھے، جن کی خدمات کا اعتراف صرف برصغیر ہندوپاک کو ہی نہیں، بلکہ پورے عالم اسلام کو ہے، اور جن کی شخصیت پوری ملت اسلامیہ کا ایک عظیم اور گرانقدر سرمایہ ہے۔
ولادت، نشوونما اور مختصر حالات زندگی:

علامہ محمد بن عبد الرحیم بن محمد، صفی الدین، شافعی، ارموی، ساتویں صدی ہجری کے نصف اول یعنی ربیع الآخر ۶۴۴ھ میں ہندوستان کے مشہور شہر اور مرکز ”دہلی“ میں پیدا ہوئے، چنانچہ والد ماجد عبد الرحیم بن محمد نے جد امجد کے اسم گرامی پر آپ کا نام نامی ”محمد“ رکھا، بعد میں آپ کی کنیت ”ابو عبد اللہ“ اور لقب ”صفی الدین“ پڑا، اور ”صفی ہندی“ سے مشہور ہوئے۔

آپ نے اپنے خاندانی دینی ماحول میں نشوونما اور پرورش پائی، اور ابتدائی تعلیم گھر پر ہی نانا جان سے حاصل کی، پھر رجب ۶۶۷ھ میں اپنے وطن دہلی کو چھوڑ کر یمن کے لئے روانہ ہوئے، چنانچہ وہاں کے شاہ یوسف المظفر بن عمر (د: ۱۱۷۷ھ) نے آپ کا پر تپاک استقبال کیا، اور آپ کی آمد سے خوش ہو کر نو سو دینار بطور ہدیہ خدمت میں پیش کئے۔

پھر فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے آپ -رحمۃ اللہ علیہ- نے مکہ مکرمہ کا سفر کیا، جہاں تین ماہ قیام کے دوران آپ نے ”ابن سبعین“ عبد الحق بن ابراہیم صوفی (د: ۶۶۹ھ) سے شرف ملاقات حاصل کیا، اور ان کے کلام کو سنا، پھر ۶۷۱ھ میں مصر کا سفر کیا، جہاں مکمل چار سال اقامت پذیری کے بعد، ۶۷۵ھ میں ملک روم تشریف لے گئے، اور وہاں کے مختلف شہر ”قونیہ“، ”سیواس“، اور ”قیساریہ“ کا دورہ کیا، اور ”قونیہ“ میں ”سراج ارموی“، محمود بن ابی بکر بن احمد، ابوالثناء، سراج الدین شافعی (د: ۶۸۲ھ) کی خدمت میں طویل مدت گزاری، چونکہ ”سراج ارموی“، ”اذر بیجان“ کے شہر ”ارمیہ“ کے اصلاً رہنے والے تھے، چنانچہ اسی نسبت سے آپ کو ”ارموی“ کہا جانے لگا، پھر اس جلیل القدر عالم کی خدمت میں رہنے کے بعد آپ نے ۶۸۵ھ میں ”شام“ کی راجدھانی ”دمشق“ منتقل ہو کر اسی کو وطن بنالیا، اور وہاں آپ نے ”ابن البخاری“، علی بن احمد بن عبد الواحد حنبلی فخر الدین،

ابو الن (و: ۶۹۰ھ) کی شاگردی اختیار کی، اور ان سے بھرپور استفادہ کیا، پھر جامع دمشق اور دیگر مدارس میں درس و تدریس اور فقہ و فتاویٰ میں مشغول ہو گئے۔

علمی مرتبہ و مقام:

”ذہبی“ نے ان کے بارے میں ”العلامة الأ واحد“ (علامہ یکتائے روزگار) لکھا ہے، اور ”طبقات الشافعیہ“ میں علامہ تاج الدین سبکی خامہ فرسائی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ”علامہ موصوف مسلک اشاعرہ کے سب سے بڑے عالم اور اس کے اسرار و رموز کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے، اور آپ کو کتاب و سنت کی سمجھ اور فہم کا وافر حصہ ملا تھا، ساتھ ہی اصول دین اور اصول فقہ میں گہری مہارت تھی“، مسائل کو ثابت کرنے اور دلائل کی روشنی میں لوگوں کے سامنے پیش کرنے میں بڑے مشاق تھے، آپ علم کے بحر بیکراں تھے، لوگوں سے حق منوانے اور ان کی علمی تشنگی کو بجھانے کا فن جانتے تھے، جب کسی مسئلہ پر بات کرتے تو جامع بات کرتے، کسی طرح کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتے، اور ایک ایک بار کی کو صاف صاف اور واضح انداز میں بیان کرتے تاکہ مخاطب کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہ پیش آئے، اور کسی کو اعتراض کا موقع نہ مل سکے، اسی طرح بحث و مباحثہ اور مناظرہ کے میدان میں آپ کو پوری دسترس حاصل تھی، چنانچہ جب کسی مسئلہ میں کسی سے مباحثہ یا مناظرہ کرتے تو اس کو جواب کر دیتے، حتیٰ کہ وہ بغلیں جھانکنے لگتا، اور مجبور ہو کر میدان خالی کر جاتا۔

آپ کی اس علمی بلندی اور حاضر جوابی کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ مقام ”دار السعادة“ میں امیر ”تنگز“ کے سامنے اور علماء و دانشوران کی ایک جم غفیر کی موجودگی میں ایک مسئلہ پر امام ابن تیمیہ - رحمۃ اللہ علیہ - سے مناظرہ کرنے کا موقع ملا، اور جب آپ نے دلائل کی روشنی میں بات چیت شروع کی، تو امام ابن تیمیہ اپنی عادت کے مطابق جلدی کرنے لگے، اور ایک مسئلہ سے نکل کر دوسرے مسئلہ میں جانے لگے، امام صاحب کی یہ حالت دیکھ کر علامہ موصوف نے ان سے پوچھا، کیوں صاحب، کیا بات ہے؟ آپ تو گوریا کی طرح ایک ٹہنی سے دوسری شاخ پر چھلانگ لگا رہے ہیں ”انت مثل العصفور تزلط من هنا إلى هنا“ (آپ تو اس چڑیا کی طرح ہیں جو ایک

جگہ سے دوسری جگہ پھدکتی رہتی ہے)۔

چنانچہ اس مناظرہ میں ابن تیمیہ کی شکست فاش ہوئی، اور اللہ تعالیٰ کے لئے جہت ماننے کی وجہ سے ابن تیمیہ جیل میں ڈالے گئے، اور انہیں اور ان کے تمام قبیحین کو تمام وظائف سے معزول کر دیا گیا۔

اس جگہ شوکانی - رحمۃ اللہ علیہ - نے علامہ ابن تیمیہ - رحمۃ اللہ علیہ - کے دفاع میں علامہ صفی کے قول ”تم اس گوریا کی طرح ہو جو ایک جگہ سے دوسری جگہ پھدکتی رہتی ہے“ کی الٹی توجیہ کی ہے جو ان جیسے عالم کے شایان شان نہیں ہے۔

تصنیف و تالیف:

تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی آپ نے نمایاں خدمات انجام دیں، اور اپنے پیچھے بے شمار علمی سرمایہ بطور یادگار چھوڑ گئے، چنانچہ آپ کی مشہور تصانیف میں ”الزبدۃ“ ہے، جو علم کلام میں بہت ہی اہم اور مایہ ناز کتاب ہے، اور ”اصول دین“ میں ”الفاق“ اور ”الرسالۃ التسعینیۃ فی الاصول الدینیۃ“ ممتاز کتابیں ہیں، جبکہ ”اصول فقہ“ میں ”نہایۃ الوصول إلی علم الاصول“ تین جلدوں پر مشتمل ایک وسیع تصنیف ہے، نیز اس کے علاوہ بھی دوسری گراں قدر تصانیف اور دیگر تحریریں اور قلمی نگارشات ہیں، جو آپ کی علمی لیاقت و قابلیت کی غماز ہیں، چنانچہ سبکی تحریر کرتے ہیں: ”کل مصنفاته حسنة جامعة لا سيما النهاية“ (ان کی تمام تصنیفات عمدہ اور جامع ہیں، خاص طور سے ”النهاية“۔)

عام معمولات زندگی:

آپ بڑے ہی متواضع، زاہد اور متورع تھے، آپ کی نگاہ میں دنیائے دوں کی بڑی سے بڑی متاع کی کوئی وقعت نہ تھی، زہد و فقر کی زندگی مرغوب تھی، نہایت متقی اور پرہیزگار تھے، اور بالکل سادہ زندگی بسر کرتے تھے، جو مل جاتا پہن لیتے، اور جو میسر آ جاتا کھا لیتے، کبھی کسی شی کا خصوصی اہتمام نہیں کرتے، ساتھ ہی بڑے دریادل اور جود و سخا میں طاق تھے، لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش

آتے، اور فقراء و مساکین کی دستگیری اور مدد کر کے بڑی فرحت محسوس کرتے تھے۔

مشہور ہے کہ آپ کو قرآن کریم کا صرف ایک چوتھائی حصہ یاد تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ نے ”المص“ کو میم کے فتح اور صاد کی تشدید کے ساتھ پڑھ دیا تھا (لیکن میری رائے میں یہ روایت مشکوک لگتی ہے، کیونکہ یہ ان کی علمی شان سے میل نہیں کھاتی ہے)۔

آپ کے شب و روز کے الگ الگ وظائف، واداد اور معمولات تھے، جس کا آپ ہمہ تن اہتمام کرتے اور اس کو پورا کئے بغیر بستر استراحت پر تشریف نہیں لے جاتے، اسی طرح روزمرہ کا معمول یہ تھا کہ صبح کو بیدار ہوتے ہی وضوء فرماتے، اور اچھے لباس زیب تن کرتے، اور اسی حالت میں فجر کی دو گانہ فریضہ ادا کرتے۔

ساتھ ہی آپ اسلامی اخلاق و صفات کا مظہر اور سلف صالحین کا نمونہ تھے، اور دل میں کسی کے تعلق سے کدورت نہیں رکھتے تھے، خاص طور سے سلف صالحین کے مسلک کے تعلق سے حسن ظن رکھتے تھے۔

ظرافت اور سادگی:

آپ بہت ہی ظریف اور سادہ تھے، آپ کی ظرافت کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے، جسے وہ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے کتابوں کے بازار میں ایک کتاب دیکھی، جس میں لکھی ہوئی تحریر کو دیکھ کر میں نے یہ گمان کیا کہ شاید یہ تحریر ہماری تحریر سے زیادہ ردی ہے، چنانچہ میں نے زیادہ قیمت دے کر اس کتاب کو خرید لیا، تاکہ میں لوگوں کو یہ بتا سکوں کہ دنیا میں صرف میری ہی تحریر خراب نہیں ہے، بلکہ کوئی ایسا بھی ہے جو مجھ سے زیادہ بدخط ہے اور اس کا خط مجھ سے زیادہ خراب ہے، لیکن سوء اتفاق جب میں گھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ میری ہی اپنی پرانی تحریر ہے۔

خانگی زندگی:

ان کی خانگی زندگی کا پتہ نہ چل سکا، ایسا لگتا ہے کہ شاید انہوں نے شادی نہیں کی تھی، اور علم

کی خدمت میں انہماک کی وجہ سے بن بیا ہے عالم کی حیثیت سے زندگی گزار دی۔
عجمیت کا اثر:

کہا جاتا ہے کہ مرتے دم تک ان کی زبان اور نطق میں عجمی پن اور ہندوستانی اثر باقی تھا، لیکن اس عجمی لکنت کے باوجود آپ دمشق کے علماء و فضلاء کے سردار بنے رہے، اور ”مدرسہ ظاہریہ“ کے امام کی حیثیت سے علم و فن کے موتی بکھیرتے رہے، اور وفات سے قبل دمشق کے ”دارالحدیث الاشرفیہ“ کے لیے اپنی ساری کتابیں وقف کر گئے، تاکہ علمی دنیا مرنے کے بعد بھی آپ کی علمی میراث سے اپنی پیاس بجھاتی رہے۔

وفات:

فقہ شافعی کا یہ ممتاز ترجمان اور علم و فن کا یہ آفتاب و مہتاب دینی علوم کے گیسو سنوارتے ہوئے، سہ شنبہ (منگل) کی رات ۲۹ صفر ۷۱۵ھ کو دمشق میں قیام کے دوران، اپنے مالک حقیقی سے جا ملا، اور اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر دی، ”إنا لله وإنا إليه راجعون“ اور وہیں ”مقابر الصوفیہ“ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر اپنی رحمت کی شمع افشانی فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

مراجع و مصادر:

- اس مقالہ کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے:
- تاج الدین، سبکی، عبد الوہاب بن علی (و: ۷۱۰ھ) ”طبقات الشافعیۃ الکبریٰ“ ۱۶۲/۹-۱۶۳، ج ۱، ۱۳۱۳ھ، ط ۲۔
- ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی (و: ۸۵۲ھ) ”الدرر الکبریٰ فی أعیان المرید الثانیہ“ ۱۹/۲، الشاملۃ۔
- شوکانی محمد بن علی (و: ۱۲۵۰ھ) ”البدرا الطالع بحاسن من بعد القرن السابع“ ۱۷۹/۲، الشاملۃ۔
- قنوجی، محمد صدیق بن حسن خاں (و: ۱۳۰۷ھ) ”ایجد العلوم ۱۲۰/۳، بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۹۷۸م۔

- حسنی، عبدالحی بن فخر الدین (و: ۱۳۴۱ھ) ”نزہۃ الخواطر و ہجۃ المسامح والنواظر“ ۱۲/۷-۷۲۰، الشاملۃ۔
- ذہبی، محمد بن احمد (و: ۷۴۸ھ) ”سیر اعلام النبلاء“ ۱۷/۳۶۶-۴۱۷، بیروت، دار الفکر ۱۴۱۷ھ
- ۱۹۹۷م، ط: ۱۔
- اسنوی، عبد الرحیم بن الحسن (و: ۷۷۲ھ) ”طبقات الفقہاء الشافعیۃ“ ۲/۵۳۴، بیروت۔
- طاش کبری زادہ، احمد بن مصطفیٰ (و: ۹۶۸ھ) ”مفتاح السعادة“ ۲/۳۶۰، بیروت۔
- ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر (و: ۷۷۴ھ) ”البدایۃ والنہایۃ“ ۱۴/۸۵، بیروت، دار احیاء التراث العربی ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۸م، ط: ۱۔
- صفدر بن، خلیل بن ایبک بن عبداللہ (و: ۷۶۴ھ) ”الوافی بالوفیات“ ۳/۲۳۹، بیروت۔
- ابن عماد مکری جنبل، عبدالحی بن احمد (و: ۱۰۸۹ھ) ”شذرات الذهب فی أخبار من ذهب“ ۶/۳۷۶، دمشق، دار ابن کثیر ۱۴۰۶ھ۔
- زرکلی دمشقی، خیر الدین بن محمود (و: ۱۳۹۶ھ) ”الاعلام“ ۶/۲۰۰، بیروت، دار العلم للملایین، ۲۰۰۲م، ط: ۱۵۔

مخدوم علی مہائمی - حیات و خدمات

مولانا فرید احمد بن حسین ☆

وہ اکابر اسلام جو ہندوستان کی خاک سے اٹھے اور اس سرزمین میں اپنی ساری زندگی گزاری ان میں حضرت مخدوم علی مہائمی شافعی کا مقام بہت اونچا ہے، ان کی غیر معمولی ذہانت، حیرت انگیز تجربہ علمی، خداداد بصیرت اور ان کی بے مثال روحانیت نے حقائق عالم کے چہرے سے جس طرح نقاب کشائی کی ہے اس نے بڑے بڑے ذی عقل اور صاحبان علم و فضل کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ حضرت مولانا سید عبدالحی حسنیؒ اپنی کتاب یادایام میں لکھتے ہیں:

”میرے نزدیک ہندوستان کے ہزار سالہ دور میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے سوا حقائق نگاری میں ان کا کوئی نظیر نہیں، مگر ان کی نسبت یہ معلوم نہیں کہ وہ کس کے شاگرد تھے، کس کے مرید تھے اور مراحل زندگی انہوں نے کیونکر طے کئے تھے، جو تصنیفات ان کی پیش نظر ہیں ان کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ایسا شخص جس کو ابن عربیؒ ثانی کہنا زیب ہے وہ کس سمپرسی کی حالت میں ہے، کہیں اور ان کا وجود ہوتا تو ان کی سیرت پر کتنی کتابیں لکھی جا چکی ہوتیں، اور فخریہ لہجے میں مؤرخین ان کی داستانوں کو دہراتے“ (۱)۔

ولادت: حضرت مخدوم علی مہائمی کا زمانہ آٹھویں صدی ہجری ہے، یہ علوم و فنون کی ترقی کا عہد زریں ہے، تصنیف و تالیف کی گرم بازاری، ابداع و اختراع، تکتہ آفرینی اور ذہنی ثقافت جیسے مظاہر اس عہد میں سامنے آئے اس کی نظیر پہلے کی صدیوں میں شاید ہی مل سکے، علامہ ابن تیمیہ، حافظ ابن

☆ خادم جامعہ حسینیہ عربیہ۔

قیم، امام زبلی، علامہ ابن رجب، حافظ ابن حجر عسقلانی، ابن بطوطہ اور ابن خلدون جیسے یگانہ روزگار ائمہ اور ارباب علم و فن اسی عہد کی پیداوار ہیں۔

یہی وہ دور ہے جب دہلی کے تخت پر غیاث الدین تغلق کا بھتیجا سلطان فیروز شاہ تغلق متمکن تھا، اس بادشاہ کا زمانہ ہندوستان کی تاریخ میں امن و امان اور رعیت پروری کے لئے یادگار ہے۔ اس عہد حکومت میں علم و ادب کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ فقہی علوم اور ترویج شریعت پر زیادہ توجہ دی گئی، اسی زمانے میں قدیم گجرات اور موجودہ مہاراشٹر کے علاقہ کوکن میں سرزمین مہاتم پر ۱۰/۱۰ محرم ۷۷۶ھ مطابق ۷۷۲ء کو خاندان نواہت کے معزز گھرانے میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی (۲)۔

نام و نسب: فقیہ مخدومی کا نام علاء الدین اور علی دونوں ہے، کنیت ابو الحسن اور لقب زین الدین ہے، علم فقہ میں مجتہدانہ بصیرت کی بنا پر فقیہ اور مرجع خلائق ہونے کی بنا پر مخدوم کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

آپ کے والد کا نام مولانا شیخ احمد ہے جو بہت بڑے عالم اور ولی کامل تھے، اور کوکن کے دولت مند تاجروں میں ان کا شمار ہوتا تھا، آپ کی والدہ فاطمہ بنت ناخدا حسین ہیں، آپ کی والدہ بھی بڑی عابدہ زاہدہ و صاحبہ کشف و کرامات تھیں۔

آپ کے والد بزرگوار مولانا شیخ احمد بہت بڑے عالم و فاضل تھے، چنانچہ آپ نے خود اپنے ہوتہار لخت جگر کی تعلیم و تربیت میں غیر معمولی توجہ سے کام لیا۔ تفسیر، حدیث اور فقہ و فلسفہ وغیرہ علوم سے بہت تھوڑے عرصے میں آپ فارغ ہو گئے، آپ کی والدہ ماجدہ بھی ولیہ کاملہ تھیں۔

بزرگ والدین کی تعلیم و تربیت نے حضرت مخدوم صاحب کے خداداد جوہروں کو ایسا چمکایا کہ آپ عنایات الہی سے بلند پایہ مفسر، محدث، فقیہ، فلسفی اور بڑے رتبے کے صاحب کشف و کرامات صوفی ہوئے۔

تصنیفات: عام طور پر لوگ مخدوم صاحب کو ایک صوفی اور درویش کی حیثیت سے جانتے ہیں اور ان کی علمی عظمت سے بے خبر ہیں، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ مخدوم صاحب کی زندگی کا بڑا حصہ

تصنیف و تالیف میں گزرا، اور وہ ان مصنفین میں ہیں جن میں تصوف و فلسفہ کا بہترین امتزاج پایا جاتا ہے، انہوں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں تصوف کے حقائق پر بحث کی اور اپنی گہری بصیرت سے فلسفہ و شریعت کو نئی آگاہی اور نیا شعور عطا کیا۔ ان کی تصنیفات کے ذریعے بہت سے ایسے مسائل کھل کر سامنے آ گئے ہیں جن پر برسوں انسانی ذہن غور و فکر کرتا رہا۔ وحدت الوجود، جبر و اختیار، ہستی مطلق، فنا و باقی، تنزلات سقہ اور اسرار شریعت اور اسی قسم کے دقیق مباحث پر قلم اٹھانا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ ذیل میں ان کی تصنیفات کا مختصر تعارف کے ساتھ ایک خاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔ تفسیر مہائمی: حضرت مخدوم علی مہائمی کی تفسیر کا اصل نام ”تصویر الرحمن ونیسیر المنان بعض ما یشیر الی إعجاز القرآن“ ہے۔ لیکن ”تفسیر رحمانی“ اور ”تفسیر مہائمی“ سے مشہور ہے۔

اس تفسیر کا موضوع دراصل نظم قرآن ہے، ایک آیت کو دوسری آیت کے ساتھ کیا تعلق ہے اور پوری سورت کا مضمون ایک دوسرے کے ساتھ کس طرح مناسبت رکھتا ہے۔ علامہ مہائمی نے اس عمدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اس فریضے کو انجام دیا ہے کہ کہیں سلسلہ کلام ٹوٹا نہیں، اور بڑی خوبی کی بات یہ ہے کہ سلسلہ مضمون میں آیت بین القوسین آ جاتی ہے، پھر اس کے ساتھ ہی حقائق و معارف بھی اختصار کے ساتھ بیان کرتے جاتے ہیں۔

تفسیر مہائمی کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ہر سورت سے پہلے اس کے مضمون اور عنوان کا مختصر تعارف کراتے ہیں اور یہ بتلاتے ہیں کہ اس کا یہ نام کیوں رکھا گیا، اگر کسی واقعہ یا پیغمبر کی وجہ سے ہے تو اس کی مختصر تاریخ بھی بیان کر دیتے ہیں۔ آپ کی یہ تفسیر مطبوع ہے۔

۲۔ تنویر الجنان: یہ علامہ مہائمی کے سورہ فاتحہ کی ایک مستقل تفسیر ہے جو اس تفسیر سے مختلف ہے جو انہوں نے حمیر الرحمن میں لکھی ہے ورنہ حمیر الرحمن کے حاشیے میں تنویر الجنان کے اقتباسات کی ضرورت پیش ہی نہ آتی۔

۳۔ رسالہ عجیبہ: یہ رسالہ اپنے موضوع پر نہایت نادر اور حیرت انگیز ہے اور اسے علامہ

مہانگی کی غیر معمولی ذہانت، عبقریت اور ان کے تبحر علمی کا شاہکار کہا جائے تو بے جا ہوگا، انہوں نے جس دقت نظری کے ساتھ سورہ بقرہ کی پہلی آیت کے وجوہ اعراب بتائے ہیں، ان کی مثال نہ تو سلف میں ملتی ہے نہ خلف میں۔ حضرت مخدوم مہانگی اس رسالہ کی تمہید میں لکھتے ہیں:

”اس حقیر بندے نے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اللہ تعالیٰ کے قول: ”الم ذلک الکتب لاریب فیہ ہدی للمتقین“ میں اکٹھ لاکھ گیارہ ہزار چھ سو چوالیس وجوہ اعراب کی تخریج کی ہے۔“

۴- فقہ المجدومی: فقہ شافعی کی یہ کتاب آپ ہی کی طرف منسوب کی جاتی ہے، لیکن زبان و بیان کا جو معیار مخدوم صاحب کی دیگر کتابوں میں پایا جاتا ہے اس میں مفقود ہے، مولوی محمد یوسف مرحوم کا خیال ہے کہ یا تو اس میں تحریف ہوئی ہے یا یہ آپ کی بالکل ابتدائی تصنیف ہے۔ یہ کتاب اردو ترجمے کے ساتھ بمبئی سے شائع ہو چکی ہے۔

۵- فتاویٰ مخدومیہ: شاہان گجرات بڑے دین دار اور علم دوست تھے، اس لئے انہوں نے اپنی حکومت میں اسلامی قوانین کو رواج دیا تھا، علامہ مہانگی کی اعلیٰ قابلیت اور فقیہانہ بصیرت کو دیکھتے ہوئے سلطان احمد شاہ نے منصب درس و تدریس کے ساتھ ساتھ منصب افتاء و قضاء بھی آپ کو سپرد کیا تھا۔ ”فتاویٰ مخدومیہ“ انہیں جوابات کا مجموعہ ہے، مگر جہاں آپ کی اکثر تصانیف ضائع ہو گئیں وہیں اب اس کا بھی پتہ نہیں چلتا۔

۶- انعام الملک العلام بأحكام حکم الأحکام: یہ آپ کی بڑی نادر و نایاب کتاب ہے۔ اس میں آپ نے احکام شرع کی حکمتیں اور اسرار بیان کئے ہیں اور قرآن وحدیث کے ہر حکم کو عقل کی میزان پر تول کر پیش کیا ہے۔ اس طرح ہندوستان میں اسرار شریعت پر یہ سب سے پہلی تصنیف ہے، مولانا سید عبدالحی ”یادایام“ اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں:

”یہ کتاب اسرار شریعت میں ہے، اور گمان غالب ہے کہ اس فن میں سب سے پہلی تصنیف ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس فن میں ”حجتہ اللہ البالغہ“ نام کی ایک کتاب لکھی ہے جس میں دعویٰ کیا ہے کہ اب تک اس فن میں کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی گئی، یہ میرے دعوے کی دلیل ہے کہ

سب سے اول علامہ مہائگی نے اس فن میں کتاب لکھی ہے جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نظر سے نہیں گزری (۳)۔

۷- الوجود فی شرح اسماء المعبود: یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کی شرح میں ہے۔

۸- أدلة التوحید: علامہ ابن عربی کے نزدیک حقیقت وجودی اپنے جوہر اور ذات کے لحاظ سے ایک ہے، اور اپنی صفات اور اسماء کے لحاظ سے کثیر ہیں۔

علامہ مہائگی شیخ ابن عربی کے اس نظریہ توحید کو اپنے رسالے میں کتاب وسنت احمد دین و مفسرین کرام کے اقوال کی روشنی میں زیادہ محقق کر دیا ہے۔ اور نہایت حکیمانہ انداز میں علامہ ابن عربی کے افکار کی ترجمانی کی ہے، لیکن یہ رسالہ نہایت مختصر ہے۔

۹- أجلة التانید فی شرح أدلة التوحید: ادلة التوحید کے بعد آپ نے محسوس کیا کہ اس موضوع پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے، اس لئے آپ نے ادلة التوحید کی شرح میں یہ کتاب تحریر فرمائی ہے۔

۱۰- النور الازھر فی كشف سر القضاء والقدر۔

۱۱- الضوء الاظهر فی شرح النور الازھر۔

یہ دونوں کتابیں (متن و شرح) آپ نے علامہ ابن عربی کے قضاء و قدر کے نظریے کے بارے میں تحریر فرمائی ہے۔

اس کتاب کا مطبوعہ نسخہ جامع مسجد بمبئی کے کتب خانے میں موجود ہے، لیکن مکمل نہیں ہے۔

۱۲- خصوص النعم فی شرح فصوص الحکم: علامہ ابن عربی کی کتاب فصوص الحکم نے صوفیانہ عقائد کی تشکیل میں بہت گہرا اثر ڈالا ہے، ان کی یہی وہ تصنیف ہے جس میں شیخ نے مسئلہ وحدت الوجود کو نہایت مکمل شکل میں پیش کیا ہے۔

علامہ مہائگی نے وحدت الوجود سے متعلق مسائل کو ایسے نازک اور لطیف انداز میں مدون کیا

ہے جس کی نظیر کسی اور کتاب میں نہیں ملتی، اس کتاب کے بارے میں مولانا عبدالحی صاحب اپنی کتاب نزہۃ الخواطر میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ”یہ شرح اپنی نظیر آپ ہے“ اس شرح کا جو قلمی نسخہ دارالعلوم دیوبند کے کتب خانے میں ہے اس کی ضخامت (۶۰۱) اوراق ہے۔

۱۳- المرتبة الرفیعة فی الجمع والتوفیق بین اسرار الحقیقة وانوار الشریعة: یہ کتاب آپ نے علامہ ابن عربی پر اعتراض کرنے والوں کے جواب میں لکھی ہے۔ اس کا قلمی نسخہ درگاہ پیر محمد شاہ کی لائبریری احمد آباد میں موجود ہے۔

۱۴- امحاض النصیحة: ابن عربی کے دفاع میں علامہ مہانگی کی یہ دوسری تصنیف ہے۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ بخش لائبریری میں ہے۔

۱۵- شرع الخصوص فی شرح الفصوص: علامہ ابن عربی کے شاگرد شیخ صدر الدین قوینوی کی کتاب ”فصوص“ کی یہ بے نظیر شرح ہے۔

۱۶- زوارف اللطائف فی شرح عوارف المعارف: عوارف المعارف شیخ شہاب الدین سہروردی کی مشہور تصنیف ہے، علامہ مہانگی نے اس کی شرح زوارف کے نام سے لکھی ہے۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ جامع مسجد کے کتب خانے میں ہے۔

۱۷- ترجمہ و شرح لمعات عراقی: لمعات عراقی شیخ فخر الدین عراقی کی مسئلہ زماں کے متعلق مشہور تصنیف ہے اور فارسی زبان میں ہے، علامہ مہانگی نے اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے عربی میں منتقل کیا اور اس پر حواشی بھی لکھے۔

۱۸- مرآة الحقائق:

۱۹- إراءة الدقائق شرح مرآة الحقائق: محمد عز الدین المغربی بھی فلسفہ وحدت الوجود کے قائل تھے، انہوں نے اپنے نظریے کے اثبات میں فارسی میں ایک ”جام جہاں نما“ نامی کتاب لکھی، علامہ مہانگی نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا اور اس کا نام ”مرآة الحقائق“ رکھا، پھر اسی کتاب کی انہوں نے شرح کی اور اس کا نام إراءة الدقائق شرح مرآة الحقائق رکھا۔ یہ شرح اپنے

متن کے ساتھ مطبوع ہے۔

۲۰- استجلاء البصر فی الرد علی استقصاء النظر: یہ کتاب شیعہ عالم ابن مطہر کے جواب میں لکھی گئی ہے، اس کا ذکر اکثر لوگوں نے کیا ہے مگر اب اس کا پتہ نہیں چلتا۔

وفات: تعلیم ولایت کے تاجدار، علوم ربانی کے بحر بیکراں، اسرار شریعت کے ماہر، فلسفہ وجودی کے نکتہ طراز، قطب کوکن حضرت مخدوم علی مہائمی ۵۹ برس کی مسلسل علمی و روحانی زندگی گزار کر ۸ جمادی الاخریٰ جمعہ کی رات کو ۸۳۵ھ میں اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے، اور ماہم ہی میں آپ کو اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا، آپ کی وفات کے بعد مقبرے کی تعمیر عمل میں آئی۔

www.KitaboSunnat.com



IFA Publications

161 - F, Basement, Joga Bai, Post Box No - 9708,
Jamia Nagar, New Delhi - 110025

Tel : 26981327 Email: ifapublication@gmail.com